یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے۔

نمبر ۷ جلد ۱۰

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۵ء ؁ شعبان المعظم ۱۳۳۳؁

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے (رعایتاً ۱ر) طلباء سے عہ غیر ممالک سے (۱عہ)

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر قادیان نے شائع کیا

عرضِ حال

الحمدللہ کہ تشحیذ الاذہان اپنے خریداروں سے شرمندہ نہیں۔ تین سال سے بالخصوص اپنے وقت مقررہ پر ضروری اور مفید مضامین کو لیئے ہوئے نکلتا ہے۔ بلکہ بجائے چالیس صفحے کے ۴۸ صفحہ دیئے جاتے ہیں۔ اور سال میں تین چار مرتبہ رسالہ کا حجم ۵۶ - ۶۴ - ۷۲ صفحے بھی ہوتا ہے۔ اور اسکا کوئی زائد معاوضہ خریداران سے طلب نہیں کیا جاتا۔ اب اگر اس کے معاوضہ میں ہمارے احباب کا ہم سے یہ سلوک ہو۔ کہ وہ واجبی قیمت بھی روانہ نہ کریں۔ تو کسقدر افسوس کی بات ہے۔ حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی ہزار روپیہ بقایا خریداران کے ذمے ہے۔ حالانکہ وہ رسالے باقاعدہ وصول کرتے رہے ہیں۔ بلکہ بعض کے نام ابھی تک بدستور رسالہ جاتا ہے۔ بارہا خطوط لکھے۔ جوابی کارڈ بھیجے۔ مگر اکثر دوستوں نے تو جواب تک ندیا۔ اور جنھوں نے ازراہِ کرم جواب دیا۔ ان میں کئی ایک ہیں جن کو اپنا وعدہ یاد ہی نہیں رہا۔ اب اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فنڈ کی حالت روز بروز کمزور ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہی حالت رہی۔ تو تشحیذ دسمبر تک اپنی اشاعت کا خرچ نہیں نکال سکے گا۔ اور یہ علاوہ ہمارے ساتھ نا انصافی کے ان خریداروں کی حق تلفی کا موجب ہوگا۔ جو پیشگی قیمت سال حال کی ادا کر چکے ہیں پس میرے معزز بھائی توجہ فرمائیں۔ اپنے اپنے ذمگی بقایا ادا کریں۔ اور جو پیشگی چندہ دے چکے ہیں۔ وہ خوش معاملہ خریدار بہم پہنچانے میں ساعی ہوں جن کتابوں کا اشتہار اس رسالہ میں درج ہے۔ ان کی رعائتی قیمت سے ماہ رمضان میں فائدہ اٹھائیں۔

والسلام۔

مینیجر تشحیذ قادیان

۲۔ ہادم اصلاح خادم:۔ یہ ایک رسالہ مرزا زین العباد صاحب کورٹ انسپکٹر مالیر کوٹلہ نے میرے پاس بھجوایا ہے۔ اس میں منشی خادم حسین صاحب خادم کے ایک مضمون کا جواب ہے جس میں شیعہ کے تشبہ بالنصاریٰ کا ثبوت تھا۔ مرزا صاحب نے ان روایات کی بالعموم تصدیق کی ہے۔ جو منشی صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں درج کی تھیں۔ بلکہ چند مزید روایات سے ان کی تائید کی ہے :: ظلمی ہو دالی مسلدی جس میں احمدی مذہب کا مفصل و مکمل جواب ہے۔ ۳۵۲ صفحے حجم۔ صرف ۸؍ میں تشحیذ قادیان سے منگوائیں ::

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۵ء

قوم کی ترقی ایک امام کی اطاعت پر منحصر ہے

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اپنے صفات میں اپنے افعال میں یگانہ ہے۔ اس نے اپنے مسلم بندوں کے لئے پسند نہ فرمایا کہ وہ اسکے حکم سے الگ ہو کر کسی حاکم کا حکم مانیں فرمایا ان الحکم الا للہ۔ مگر خدا کا حکم جاننے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ ہونا چاہیئے اور وہ نبی ہے۔ کیونکہ وہ جناب الٰہی میں کثرت مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہے۔ وہ اسکی مرضیات پر پورے طور سے اطلاع پاتا ہے۔ پھر اولی الامر ہے۔ جس کے سپرد مہمات امور کا انتظام ہو۔ اور اس کا اولین مصداق اس نبی کا خلیفہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہر حاکم اور کسی صیغہ کا افسر بھی شامل ہے گویا ایک مسلم کے لئے دستور العمل بتایا کہ وہ اللہ کی فرمانبرداری کرے اور اس کے احکام کا علم نبی کے ذریعہ حاصل کرے پھر خلیفہ کی اطاعت کرے۔ کہ جو نبی کے بعد ایسا فرد مکمل ہے جو ان کے کاموں کی تکمیل اور اشاعت کرنے والا اور جماعت کو حسب حالات زمانہ کلام اللہ اور کلام الرسول کے ماتحت چلانے والا اور انہیں ایک انتظام کے ماتحت رکھنے والا ہوتا ہے۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ

وہ غیر مامور ہے اس لئے غلطی کرتا ہے اور جس میں غلطی کا احتمال ہو اسکے سپرد تمام انتظام نہیں ہونا چاہئے
اسکا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی غلطی تو انبیاء کے اجتہاد میں بھی مسلم ہے۔ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ
صلوۃ اللہ رب العلمین فرماتے ہیں کہ میرے پاس دو تمہارے مقدمہ لاتے ہیں ممکن ہے کہ ایک شخص زبان
کی چالاکی سے فتح پا جائے اور میں اسکے حق میں فیصلہ کر دوں وہ یاد رکھے کہ جو کچھ اس نے زبان کی چالاکی سے
حاصل کیا ہے وہ اسکے لئے آگ ہے۔ پھر اسی قسم کی کئی مثالیں قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں موجود ہیں
کہ انبیاء سے بھی بعض اوقات اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ پس اگر اس بنا پر ایک شخص واحد کی اطاعت
جائز نہیں تو پھر انبیاء کی اطاعت بھی جائز نہیں اور اسی غلطی کی بنا پر ایک فرقہ چکڑالوی پیدا ہوا ہے۔ جو
نبی کی صرف اسی بات کی اطاعت ضروری سمجھتا ہے جو وحی الٰہی سے ہو۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے
فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ (ڈریں وہ جو اس رسول کے حکم کی مخالفت کریں) اصل بات
یہ ہے کہ جس سلسلہ کی بنیاد خدا تعالےٰ اپنے ہاتھوں سے رکھتا ہے اسکی حفاظت بھی اپنے ذمہ لیتا
ہے۔ وہ شخص جس کے ہاتھ میں امامت کی باگ ہے وہ تو ایک حجاب ہے اصل کام خدا کا ہے پس وہ اس
منتظم کو ایسی غلطی میں نہیں ڈالتا جس سے وہ قوم تباہ ہو باقی رہی یہ بات کہ ایک شخص ہے ممکن ہے
شریر ہو جائے اور کسی کی حق تلفی کرے اور مال ضائع ہو۔ اس قسم کے تمام خدشات کا جواب اللہ تعالیٰ
نے قرآن مجید میں دیا ہے یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی
الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ
والیوم الاخر ذلک خیر و احسن تاویلا۔ یعنے اگر تم میں اور خلفاء میں کوئی تنازع ہو تو
اسے اللہ اور اسکے رسول کے حکم کی طرف لیجاؤ۔ اب اسکے یہ معنی نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول
کے حکم کے مطابق اس امر متنازعہ فیہ میں فیصلہ کرو۔ کیونکہ دونوں فریق مسلم ہیں۔ آخر دونوں طرف سے
قول اللہ قول الرسول سے ہی دلائل دئے جاتے ہیں۔ پس فیصلہ کون کرے اگر کہو کہ ایک جیوری کرے
تو وہ بھی چونکہ غیر مامور ہے اسکی عصمت از غلطی کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ پس یہاں تو یہ فرمایا
کہ تم اولی الامر یعنے خلیفہ کی اطاعت کرلو۔ اور اسکا فیصلہ مان لو۔ باقی اگر تمہاری حق تلفی ہوئی۔ تو
اسے اللہ اور اسکے رسول کے حکم کی طرف لوٹا دو۔ وہ حکم کیا ہے؟ اسی قرآن مجید میں اسی آیت
سے آگے ہی لکھا ہے ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر یعنی آخرت کو اس کا اجر

لیجائیگا۔ اور تلافی ہو جائیگی اور جسے یوم الآخر پر ایمان اور اللہ پر ایمان ہے وہ اس حکم سے مطمئن ہے۔ پھر حدیث شریف میں آیا ہے کتاب الفتن مشکوۃ قال تسمع وتطیع للامیر وان ضرب ظھرک واخذ مالک فاسمع واطع (پس تو امیر کی اطاعت کر اگرچہ وہ تجھے سزا دے۔ اور تیرا مال چھین لے پس تو اسکی سُن اور اطاعت کر) دوسری حدیث ہے فان کان للہ فی الارض خلیفۃ جلد ظھرک واخذ مالک فاطعہ والا فمت (بہر حال خلیفہ کی اطاعت کرو ورنہ مر جا) یہ سب احکام بتاتے ہیں کہ جماعت کا یہی فرض ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے کاموں کی تکمیل و اشاعت کے لئے خلیفہ بنائے۔ مومن اسکی اطاعت کرے اور اس کی فرمانبرداری میں کسی قسم کی فروگذاشت نہ ہونے پائے اور اسکا معاملہ خدا پر چھوڑ دے وہ محمود اپنے سلسلہ کے قیام کے لئے بہت غیور ہے۔

اگر خلیفہ دیدہ دانستہ شرارت سے کام لیگا اور قوم کو اس راستہ پر چلائیگا جو ہلاکت کی طرف لیجانے والی ہے تو اسے تباہ کر دیگا جب تک اکثر حصہ قوم میں نیک اور خدا کے فرمانبردار لوگوں کا ہوگا۔ ان کا حاکم ان کا خلیفہ بالضرور نیک ہوگا۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ ظالم متولی ظالموں کے لئے ہوتا ہے کذلک نولی بعض الظلمین بعضا۔ پس جبکہ وہ کسی خلیفہ کو برا قرار دے اسے اپنی برائی کی فکر ہو جانی چاہیئے۔ مسلمانوں ہیں تو نماز پنجگانہ میں غیر مامور امام کی اطاعت کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسکی اطاعت اس طرح ہو کہ اگر کوئی اس سے سہو ہو جائے تو اس میں بھی مقتدی شریک ہوں۔ اور نہایت ادب سے اسے غلطی کی اطلاع دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ امام انکے انتباہ پر عمل بھی کرے۔ اس عملی مشق کو دیکھتے ہوئے پھر بھی یہ کہنا کہ غیر مامور کی اطاعت پیر پرستی ہے ایک حماقت ہے۔ پھر جس بنا پر اسکی اطاعت کو ناجائز ٹھہرایا جاتا ہے وہ وجہ تو انجمن میں بھی پائی جاتی ہے اگر انجمن کی کثرت رائے پر قومی کاموں کا فیصلہ ضروری ہے اور شاورھم فی الامر سے یہی نکلتا ہے شاوروا ہونا چاہیئے تھا۔ پھر وشاورھم فی الامر کے آگے فاذا عزمت کی بجائے فاذا عزمتم ہوتا کیونکہ عزم کرنے والے اور منتظم بہت سے لوگ ہیں نہ کہ ایک۔ اس آیت نے تو یہ ثابت کیا ہے ....

.... کہ ایک شخص مشورہ لینے والا ہو اور پھر وہ مشورہ کا پابند بھی نہیں۔ بلکہ عزم

بھی اسی ایک کا ہے ---------- وہی طریق بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے بھی فرمایا ہے ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس سے عالم ربانی مفسر حقانی حضرت علامہ نور الدین خلیفہ مسیح قادیانی کو کامل اتفاق تھا اور میں بڑے یقین کیساتھ کہتا ہوں کہ حامیان پیغام میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس کا علم و فضل آپ کے علم و فضل کے برابر ہو۔ آپ فرماتے ہیں (دیکھو درس قرآن شریف کے نوٹ صفحہ ۲۵)

"امام ایک ہی ہونا چاہئے تاکہ وحدت قائم رہے اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ ہیں۔ جو ایک کی اطاعت کو گمراہی اور مصیبت کا موجب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے ایسے خیالات کے لوگوں کے لئے یہ آیت غور طلب ہے۔ خدا جسے خلیفہ مقرر کرتا ہے اسے اپنی جناب سے مؤید و منصور کرتا ہے خدا اسے ایسی غلطی میں نہیں ڈالتا جس سے قوم تباہ ہو۔ شوریٰ اسلئے نہیں ہوتا کہ وہ بالضرور اسکی اتباع کرے بلکہ وزراء کی رائیں اسکی بمنزلہ آئینہ کے ہوتی ہیں کہ ان میں اپنی رائے کا حسن و قبیح دیکھ لے"

پس جو لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت تھی اور ہے وہ غلطی پر ہیں اسلام نے اسوقت تک ترقی کی جب تک ایک خلیفہ کے ماتحت میں تمام فرقہائے اسلامی رہے جمہوریت بہتر ہوتی تو ایران و ترکی کی یہ حالت نہ ہوتی۔ البتہ ہم یہ ضرور کہینگے کہ لا خلافة الا بالمشورة۔ خلیفہ کے لئے مشورہ ضروری ہے وہ ہر امر اہم کے لئے اس کام کے مناسب حال قابل آدمیوں سے مشورہ لے انکی آراء کے آئینہ میں اپنی رائے کا حسن و قبیح دیکھے پھر جو قوم کے لئے مناسب سمجھے اسپر توکل علی اللہ عمل کرائے چونکہ اللہ کی تائید و نصرت اسکے ساتھ ہے اسلئے وہ ایسی غلطی میں نہیں پڑیگا جس سے قوم تباہ ہو۔ ہاں جب اللہ تعالےٰ چاہیگا کہ یہ قوم تنزل پکڑے۔ اسوقت خلیفہ کے شریر اور گمراہ ہونے سے پہلے قوم کا اکثر حصہ شریر و گمراہ ہوگا ایسے حالات میں خواہ انجمن کے قواعد کیسے اعلیٰ ہوں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ دیکھتے نہیں غیر احمدیوں میں کتنے بڑے بڑے مقنن اور متکلم ہیں اور کسقدر ان کے پاس مال و دولت کا ذخیرہ ہے مگر باوجود اس کے اسلام کے تنزل کا کوئی علاج نہیں کر سکے نہ کر سکتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ انکے اعمال پر نظر کر کے ایک نئی قوم کے سپرد اپنے دین کا کام کر چکا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ اب تمام دینی امور سر انجام

پائینگے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسے لوگ ہیں جو خلیفہ کو بر ملا کہتے تھے ہم تجھے سیدھا کر دینگے اسکی معتبر تواریخ سے تحقیق کر کے دیکھ لو ایسے لوگوں کو ہمیشہ بے ادب سمجھا گیا ہے اور کوئی مشہور اور مستند شخص نہیں جس نے ایسا کہا ہو۔ اور پھر معترض نے ہمیشہ ندامت اٹھائی ہے اور اسکا اعتراض غلط نکلا ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ خلیفہ کو اسکی غلطی پر ادب سے اطلاع دینے کے تو ہم بھی قائل ہیں ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ جماعت کے انتظام کا ذمہ وار ہمیشہ ایک شخص ہو۔ اور بس بغیر اسکے وحدت ممکن نہیں اور انجمنوں کے نظم و نسق چھوڑ دو۔ خود اس انجمن میں جس کی بنا خدا کے برگزیدہ رسول نے رکھی جو اختلال آیا۔ اسکی شکایت خود ہمارے حریفوں کو بھی ہے۔ ہمارے لئے تو یہی طریق اعلیٰ و افضل ہے جس پر مسیح موعود کی وفات کے بعد اللہ تعالےٰ نے جو اس سلسلہ کا حافظ و ناصر ہے ہمیں اپنے خاص تصرف سے چلایا۔ پس میں اپنے مضمون کو ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں کہ اگر تم اشاعت و حفاظت اسلام کا کام مسیح موعود کے منشاء کے مطابق کرنا چاہتے ہو۔ تو الوصیۃ کے مطابق قدرت ثانی کے سلسلہ کو مان لو۔ اور ایک خلیفہ کی جو مرکز میں ہو اطاعت کرو اسکی بیعت میں داخل ہو۔ اور وہ جو یہ کہتے ہیں کہ سب کچھ مسلم مگر مسیح موعود تو ایک خلیفہ تھا۔ اب خلافت در خلافت کا سلسلہ کیسے چلے۔ وہ کان کھول کر سن لیں کہ مسیح موعود نبی ہے۔ اور نبی کی تعریف جو کلام اللہ و کلام الرسول سے نکلتی ہے۔ وہ آپ پر صادق آتی ہے۔ وہ نشانات جو انبیاء کے لئے بطور خاصہ کے ہیں۔ وہ آپ کے وجود باجود میں پائے جاتے ہیں۔ اور قرآن مجید سے یہ امر ثابت شدہ ہے۔ کہ خاتم النبیین کے بعد ایک نبی آنے والا تھا۔ جو آپکا مظہر اتم اور آپکی بعثت ثانیہ کا مصداق ہو۔ اور یہ کمال نبوت آپ ہی کے فیض اتباع سے پائے چنانچہ فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء و الصالحین وحسن اولٰئک رفیقا ذٰلک الفضل من اللہ وکفیٰ باللہ علیما ط کہ جو اللہ اور اسکے اس رسول کی اطاعت کرے۔ وہ اس منعم علیہم گروہ میں شامل ہے جو نبی اور صدیق اور شہید اور صالح کہلاتا ہے اور یہ اللہ کا خاص فضل ہے اور اللہ ایسے لوگوں کا علیم بس ہے۔ اس سے تین امر ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ صرف خاتم النبیین کے فیض اتباع سے انسان نبی بن سکتا ہے اگر ہر رسول کے اتباع سے نبی بن سکتا۔ تو

رسلہ ہوتا۔ الرسول لانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ صرف خاتم النبیّین سے یہ امر خاص ہے۔ دوم یہ کہ امت محمدیہ میں ضرور ہے کہ ایک نہ ایک نبی بھی ہو۔ ورنہ اس آیت پر زد پڑے گی اور اگر یہ کہیں کہ مع النبیّین فرمایا جس سے مراد ان کی معیت ہے نہ انکی جماعت میں شامل ہونا۔ تو پھر لازم آئیگا کہ صدیق بھی کوئی نہ ہو شہید بھی کوئی نہ ہو۔ صالح بھی کوئی نہ ہو۔

سوم۔ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے کفیٰ باللّٰہ علیماً فرما کر بتا دیا کہ اللہ کے علم میں ایک نبی ہے۔ جو جری اللہ فی حلل الانبیاء کے لحاظ سے ہر نبی کا قائمقام اور زندہ شد ہر نبی با آدمؑ کا قائل ہوگا کیونکہ اس میں جامع جمیع صفات انبیاء حضرت محمد رسول اللہ کے تمام کمالات اور فضائل ہونگے اور اس طرح وہ النبیّین اور واذا الرسل اقّتت کی پیشگوئی کا مصداق ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد اسلئے کہ وہ نبی ہے خلافت بھی قائم ہونی چاہئے۔ اور اس مسند خلافت پر متمکن ہونے والے کے وہی حقوق ہیں۔ اور اسکی وہی پوزیشن ہے جو اسلام میں خلیفہ کے لئے مقرر ہو یعنی یہ کہ وہ تمام جماعت کا منتظم اور واجب الاطاعت وجود ہوتا ہے۔ اور اسکے حکم سے انحراف شرعاً فسق کہلاتا ہے۔ جس کا مومن میں کوئی شائبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

خبروں کی اشاعت کیمتعلق اسلامی حکم

گورنمنٹ نے جنگ کے موقعہ پر خبروں کی اشاعت کے متعلق احتیاط کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ سر آر لفلنٹ گورنر پنجاب نے ایک تقریر میں فرمایا۔

"قانون تحفظ سلطنت ہند کے رُو سے اخبار کا اڈیٹر۔ پرنٹر۔ پبلشر اور تقسیم کنندہ قابل مواخذہ ہوگا خواہ اس کے نزدیک اسکی نیت یا ارادہ کیسا ہی نیک یا اچھا کیوں نہ ہو۔ اور وہ کتنا ہی یہ عذر کیوں نہ پیش کرے کہ اس نے کسی انگریزی یا ملکی اخبار کا مضمون نقل کیا ہے۔ اگر ایڈیٹروں کو جنگ کی خبریں یا ملکی پالیسی کے متعلق مضامین چھاپنے میں تذبذب ہو۔ تو وہ ایسے افسروں سے مشورہ کر کے اپنے شکوک و شبہات رفع کر سکتے ہیں جنہیں گورنمنٹ نے اسی غرض سے مامور کر رکھا ہے اور جن سے بہت سے ایڈیٹر

فی الواقع مشورہ بھی کرتے ہیں"۔

یہ ارشاد ایک منصف اور عادل حاکم کی طرف سے ہے اور جو چیز انصاف اور عدل ہے وہ ایک صداقت ہے۔ اور دنیا میں کوئی ایسی صداقت نہیں۔ اور نہ آئندہ پیدا ہو سکتی ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہو کیونکہ وہ کامل و مکمل اور خاتم کتب سماویہ ہے۔ پس ضرور تھا کہ جس دین کے لئے اکملت لکم دینکم کی وحی نازل ہوئی۔ اس بارہ خاص میں بھی کوئی حکم پایا جائے سو الحمد للہ کہ ہمارا دعویٰ صرف زبانی نہیں بلکہ فی الواقعہ سورہ نساء پارہ پنجم میں جنگ ہی کے موقعہ پر خبروں کی اشاعت کے متعلق مفصلہ ذیل ارشاد رب العباد ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا۔

اور جب کوئی واقعہ امن یا خوف کا ہو۔ منافقین اسکو پھیلا دیتے ہیں اگر وہ اسے روحانی یا جسمانی حاکم کی طرف لوٹا دیتے یعنے اسکے حضور پیش کر دیتے۔ تو جو لوگ ان میں سے تحقیق کے اہل ہیں وہ اسکی اصلیت کو پا لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہو۔ تو یقیناً تم شیطان کی اتباع کر لیتے مگر تھوڑے ہوتے جو ایسا نہ کرتے یعنی علی العموم ہر وقت اور جنگ کے موقعہ پر خصوصاً لوگوں کو چاہیئے کہ وہ کسی خبر کی اشاعت از خود نہ کیا کریں۔ خواہ وہ خبر امن کی ہو خواہ خوف کی کیونکہ ہو سکتا ہے ایک خبر بظاہر بالکل بے ضرر معلوم ہو مگر نتیجہ کے لحاظ سے قبل از وقت یا مضر ہو اور ممکن ہے کہ وہ خبر خوف کی کبھی جا کر کسی ایسے پیرایہ میں بیان کیجائے جو اسوقت مناسب حال نہ ہو۔ ہر شخص کا کام نہیں کہ وہ اس بارہ میں فیصلہ کر سکے پس ہر قسم کا واقعہ جو پیش آئے یا سنا جائے اولاً اسے اپنے حاکم کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ وہاں محکمہ سینسر سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا یہ خبر قابل اشاعت ہے یا نہیں اور پھر شائع ہو تو کن الفاظ میں اور کس طریق پر ہو بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب یہ خبر سچی ہے تو شائع کرنے میں کیا حرج مگر انہیں قرآن مجید کے الفاظ کو دیکھنا چاہیئے کہ وہاں امر من الامن کو تو پہلے رکھا ہے اور خوف کو بعد میں۔ اس تقدیم میں یہ بتانا مقصود ہے کہ خوف کی خبر کی اشاعت سے تو ہر ایک شخص کچھ نہ کچھ ڈرتا ہے امن کی خبر سے بے پرواہی ہو سکتی ہے لیکن چونکہ سیاسی مصالح کو ہر ایک دماغ نہیں سمجھ سکتا

اسلئے امن کی خبر کی اشاعت کی نہی کو پہلے رکھکر زیادہ تاکید فرمائی کہ کسی قسم کی خبر ہو جس کا اثر ملکی و قومی معاملات پر پڑتا ہو۔ اسکی اشاعت سوائے محکمہ سینسر کی اجازت کے نہیں چاہیئے۔ کیونکہ بعض باتیں ایک شخص اپنے معلومات کے لحاظ سے بالکل حق سمجھتا ہے لیکن جب انہیں اس کے متعلقہ واقعات کیساتھ ملاکر دیکھا جائے تو وہ کچھ اور ہی صورت رکھتی ہیں اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص نیک نیتی کے ساتھ ایک فتح کی خبر شائع کر دیتا ہے لیکن اسکی اشاعت ایسے طریق سے کرتا ہے کہ اس سے فوج کی نقل و حرکت یا کسی مقام میں موجودگی یا ساز و سامان کا حال کھلجاتا ہے۔ اور اس فتح کے اعلان سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ پس بہتر طریق یہی ہے جو قرآن مجید نے فرمایا کہ تمام امور حاکم وقت کے پیش کر دیئے جائیں۔ اس کا ایک محکمہ ہوگا۔ جس میں ایسے ذی فہم اصحاب ہونگے جو ان خبروں کے متعلق بہتر فیصلہ کر سکینگے۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کا نام الذین یستنبطونہ رکھا ہے اسکے دو معنے ہیں (۱) اظہار کرنا۔ بات سے بات نکالنا۔ پس مطلب یہ ہوا۔ کہ بات کا پھیلانا اور نہ پھیلانا حاکموں کا کام ہے وہ مناسب جانینگے تو پھیلا دینگے نامناسب ہوگا تو نہ پھیلائیں گے یا یہ کہ جان لینگے اس خبر کی حقیقت کو وہ لوگ جو بات سے بات نکالتے ہیں ان میں سے اور خوب سمجھ سکتے ہیں۔ یعنی وہ بات کی تحقیق خوب کر کے اسکی اصلیت کو پہنچ جاتے ہیں۔ خبروں کی اشاعت سے اس نظام میں بہت سے فائدے ہیں۔ اول تو کوئی جھوٹی افواہ نہیں اڑ سکتی کیونکہ ہر ایک خبر جو اڑائی جائے اسکے متعلق پہلا سوال یہ ہونا چاہیئے کہ آیا سرکاری گزٹ میں چھپی ہے یا نہیں۔ یا محکمہ سنسر سے پاس ہو کر آئی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو غیر معتبر ہے اگر چھپی ہے یا پاس ہو کر آئی ہے۔ تو اس کے مطابق نہ ہونے کی صورت میں فوراً اصل مجرم کا پتہ لگجائیگا۔ اور وہیں اس خبر کی اشاعت رکجائیگی۔ کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خبر کا مبدء بالکل درست ہوتا ہے۔ لیکن غیر ذمہ دار طور پر پھیلتے پھیلتے کچھ کا کچھ بنجاتی ہے۔ لیکن اگر اس حکم کی تعمیل ہو کہ ۔۔۔۔ خوف و امن کے متعلق جو پیش آئے وہ پہلے حاکم مجازکے پیش کیا جائے تو پھر اس قسم کے تمام خدشات دور ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ حکیمانہ نظام سلطنت ہے جو ہمارے قرآن مجید نے پیش کیا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر عمل کرایا اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ اور اس کے افسران بالادست اس طریق پر عمل پیرا ہیں۔ جو اسلام نے تیرہ سو برس پیشتر پیش کیا۔ اور یہی اسلام

کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے کہ جس قانون کو مہذب دنیا نے اتنے تجربوں کے بعد اختیار کیا۔ وہی قانون کئی سو برس گزرے۔ ایک ایسے مذہب کا دستور العمل ہے۔ جو ارض حجاز سے ظاہر ہوا۔ اور جہان کے رہنے والوں کو مہذب و متمدن دنیا اپنے میں سے نہیں سمجھتی تھی۔ اخیر میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ کہ جب یہ حکم ایک اسلامی اور قرآنی حکم ہے تو مسلمانوں اور اسلامی اخبارات کو تو سب سے پہلے اور سب سے بڑھکر اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ نہ صرف موجودہ زمینی حکومت کا حکم ہے۔ جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ بلکہ یہ آسمانی گورنمنٹ کا حکم ہے۔ جس کے حکم کی تعمیل ایک مومن پر فرض ہے اور مدار نجات۔

نبی کس کو کہتے ہیں؟

الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ ۱۸۹۹ء میں حضرت اقدس نے نبی کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں"

اور اس تعریف کو مد نظر رکھکر حضور نے ۱۹۰۱ء تک اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہے کیونکہ یہ تعریف آپ پر صادق نہ آتی تھی۔ لیکن آپ یہ ضرور بیان کرتے تھے کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ و اظہار علی الغیب سے مشرف ہوں۔ پھر ۱۹۰۱ء کے بعد آپ نے اس تعریف سے رجوع فرمالیا۔ جبکہ وحی الٰہی نے بارش کی طرح نازل ہوکر آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا۔ اور آپکو یقین دلایا کہ آپ فی الواقعہ اور فی الحقیقت بلحاظ نفس نبوت ویسے ہی نبی ہیں جیسے اگلے انبیاء علیہم السلام تھے۔ تب آپ نے تحریر فرمایا۔

"خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک کلام پاکر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانے والا۔ اسلامی اصطلاح کے رو سے نبی کہلاتا ہے" (دیکھو تقریر لاہور مطبوعہ حجۃ اللہ ٹریکٹ حکیم محمد حسین قریشی۔ منقولہ پیغام جون ۱۹۱۵ء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت کی تعریف کے بارے میں جو مذہب آپکا ۱۹۰۱ء سے پہلے تھا۔

وہ ۱۹۰۱ء سے بعد نہیں رہا۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ بعض احکام شریعت کو منسوخ کرنا اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے وحی پانا اسلامی اصطلاح کے رُو سے لازمی شرط نبوت سمجھتے تھے مگر ۱۹۰۱ء سے بعد آپ غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں مخلوق کو پہنچانا اسلامی اصطلاح کے رُو سے نبوت کی تعریف سمجھتے تھے اور یہ زبردست ثبوت ہے اس مذہب کی تبدیلی کا جو تعریف نبوۃ کے بارے میں آپکا تھا جب تک پہلی تعریف آپ کے مدنظر رہی۔ آپ نے اپنے نبی ہونے سے انکار کیا۔ اور دراصل نبی ہونے سے نہیں۔ بلکہ براہ راست یا بعض احکام کو منسوخ کرنے والی وحی پانے سے انکار کیا جیسا کہ آپ نے ۱۹۰۱ء ایک غلطی کے ازالہ میں لکھدیا۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا صرف ان معنوں سے کیا کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔"

اور پھر جب دوسری تعریف وحی الٰہی سے صحیح اور اسکے مطابق پائی تو آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو نبی لکھا اور نبی کہلایا۔ اور نبوت کا مدعی ظاہر کیا چنانچہ آخری خط میں فرماتے ہیں۔

"سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں ....

---- میں اسپر قائم ہوں اسوقت تک کہ اس دنیا سے گزر جاؤں"

فتفکروا یا اولی الالباب۔ باقی نبوت کی تفصیل یعنی کثرت مکالمہ مخاطبہ۔ اظہار علی الغیب اور خدا سے نبی کا خطاب پانے کے آپ ابتداء دعویٰ سے یوم الوصال تک یکساں مدعی ہے اور خدا کی قسم آپ اپنے دعوے میں صادق تھے راستباز تھے دیا جربت علیہ الکذب

بعض افراد کے معنی صرف ایک فرد

(از کلام مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

منجملہ ان اختلافات کے جو ہمیں منکرانِ خلافت سے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ جیسے مسیح موعود نبی تھے ویسے ہی اور مجدّدین اور خلفاء اور اولیاء بھی تھے۔

جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اسکی کیا دلیل ہے؟ تو وہ الوصیۃ کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں جو صفحہ ۱۳ پر درج ہے کہ پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔ ان کے نزدیک اس عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ جن معنوں میں مسیح موعود نبی تھے۔ ان معنوں میں دوسرے مجددین بھی نبی تھے۔ اس پر ہم حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ جہاں حضرت اقدس نے فرمایا۔

"اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اسوجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اسمیں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی"

اس سے ظاہر ہے کہ نبی کا نام پانے کے لئے حضرت مسیح موعود ہی مخصوص ہیں۔ اسکے جواب میں منکرانِ خلافت یہ کہتے ہیں۔ کہ اس عبارت کا صرف یہ مطلب ہے کہ پیشگوئی میں صرف مسیح موعود کے نام کے ساتھ نبی کا لفظ آیا ہے اور صرف انہی کو نبی کا خطاب دیا گیا۔ باقی اس قسم کی نبوت تو دوسرے مجددین کو بھی ملی تھی۔ مگر یہ جواب صحیح نہیں۔ حضرت مسیح موعود کی عبارت کو غور سے پڑھنا چاہئیے۔

الوصیۃ صفحہ ۱۳	حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱
بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا	اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا

ایک طرف فرماتے ہیں بعض افراد نے نبی ہونے کا خطاب پایا۔ اور دوسری طرف ارشاد ہے کہ میں نے ہی نبی کا نام پایا۔ دونوں عبارتوں کے مقابلہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی مراد بعض افراد سے

صرف اپنا وجود باوجود ہے۔ ورنہ دونوں عبارتوں میں تناقض لازم آئیگا۔ جس کے رفع کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ دیکھو ایک جگہ بعض افراد نے خطاب پایا۔ فرمایا اور دوسری جگہ اس خطاب کے لئے اور نبی نام پانے کے لئے صرف اپنے آپ کو مخصوص بتایا۔ اگر ایک مقام پر یہ فرماتے کہ اس طرح پر بعض افراد نے نبوت پائی۔ اور دوسرے مقام پر یہ ارشاد ہوتا۔ کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ تب بھی کوئی گنجائش ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ہم کہہ سکتے کہ ایسی نبوت کا درجہ تو کئی افراد نے پایا۔ مگر نبی کا خطاب اور نبی کا نام صرف ایک نے پایا لیکن یہاں یہ بات نہیں۔ پہلے بھی بعض افراد نے خطاب پایا۔ فرمایا اور بعد میں بھی نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ فرمایا یہ خطاب پانا اور نام پانا ایک ہی فقرہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک جگہ "بعض افراد نے" لکھا ہے اور دوسری جگہ "میں"۔ کیا یہ اس بات کا زبردست ثبوت نہیں کہ بعض افراد سے مراد صرف "میں" ہے۔ اگر بعض افراد سے مراد جمع ہے تو پھر الوصیۃ اور حقیقۃ الوحی کی عبارت میں تو تطبیق کر کے دکھاؤ اور پھر یہ بھی مدنظر ہے کہ صرف کثیر حصہ وحی الٰہی کی وجہ سے اپنے آپکو مخصوص نہیں کیا۔ جس سے یہ مراد لیجا سکے۔ کہ آپ دوسرے مجددین سے زیادہ وحی پانے میں ممتاز ہیں۔ ورنہ نبی اگلے مجددین بھی ہیں اور آپ بھی۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں۔

"دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی"۔

یعنی نبی ہونے کے لئے جس درجہ کی کثرت وحی و کثرت امور غیبیہ کی شرط ہے وہ ان مجددین و اولیاء میں موجود نہیں تھی اسلئے بوجہ نہ پایا جانے اس شرط کے وہ تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں پس اب بھی جو اگلے مجددین کو نبی کہے وہ حضرت مسیح موعود کی تحریر کے خلاف کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ نبی بننے کے لئے جس حصہ کثیر وحی الٰہی کی شرط ہے وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔ اور یہ شرط تمام امت محمدیہ کے اولیاء میں سے صرف میرے وجود میں موجود ہے۔ پس باوجود اس کھلی کھلی تشریح کے پھر بھی اگلے مجددین کو نبی کہنا غلطی ہے کیونکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ وہ تمام لوگ۔ اس نام کے مستحق نہیں۔ اور اگر دوسرے صلحاء بھی جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے

تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے۔ پس بعض افراد کے معنے خود حقیقۃ الوحی کی عبارت نے حل کر دیئے اور حضرت اقدس کی تشریح کے سامنے کسی کا حق نہیں کہ کوئی ایسی بات پیش کرے۔ جس سے دو کلاموں میں تناقض اور ایک پہلو تحدّی اکلام کی تکذیب لازم آئے۔ دیکھو حضرت اقدس چیلنج فرما رہے ہیں کہ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اسکی گردن پر ہے۔

پس جو کہتا ہے کہ اگلے مجددین بھی نبی تھے وہ دوسرے الفاظ میں یہ کہتا ہے کہ نبی نام پانے کے لیے جس قدر نعمت وحی الٰہی کی ضرورت ہے وہ ان میں موجود تھی۔ اور یوں وہ حضرت اقدس کے کلام متذکرہ بالا کا منکر ہے اور بار ثبوت اسکی گردن پر ہے۔

پھر ہم حضرت مسیح موعود کے کلام کا محاورہ بھی یہی دیکھتے ہیں کہ وہ بعض افراد سے مراد اپنا وجود لیتے ہیں جیسا کہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۷ پر فرمایا۔

"یعنے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے" اور دو چار سطر آگے ارشاد فرماتے ہیں۔

"خوب غور کرکے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کرلو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ پس یہ پیشگوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لئے ہے" (صفحہ ۳۳۸)

اب ایک طرف بعض افراد اس امت کے فرماتا ہے اور دوسری طرف فرماتا ہے۔ کہ بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ اور یہ کہ پس اس تمام امت میں وہ میں ہی ہوں۔ یہ تشریح بعض افراد کے معنے کو حل کر رہی ہے۔ احباب جماعت احمدیہ اس نکتہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں پھر اس حربہ کاری کے آگے باطل کبھی سر نہ اٹھا سکیگا۔ چونکہ صرف مکالمہ مخاطبہ تو بہت سے افراد سے ہُوا ہے اسلئے الوصیۃ میں صفحہ ۱۳ سے پہلے جمع کا صیغہ ہے اور افراد کے لحاظ سے بھی ایسا ہی چاہئے تھا۔ پھر اسکی تعیین بھی کر دی۔

خواجہ صاحب کے مشورونکی قدر مسیح موعود کے دربار میں

خواجہ صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۶۲ پر لکھا ہے کہ مسیح موعود مجھ سے نازک سے نازک موقعہ پر مشورہ طلب کرتے اور میری راؤں پر عمل کرتے۔ ہمیں تمام باتوں کا تو علم نہیں۔ البتہ ایک مشورہ کا ذکر حضور نے اپنی کتاب میں فرمایا وہ درج ذیل ہے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مشوروں کی دربار رسالت میں کیا قدر تھی؟

خواجہ صاحب	حضرت مسیح موعود
(۱) قال لو اشعتها لا تامن من مقت الحکام۔ اگر آپ اس وحی کو شائع کرینگے تو آپ حکام کی ناراضگی سے امن میں نہیں رہینگے۔	(۱) انی اری الصواب فی تعظیم الالهام لاریب میں صواب اور بہتری الہام الٰہی کی عظمت ظاہر کرنے میں دیکھتا ہوں۔
(۲) ولا سبیل الی الخلاص اور پھر خلاصی پانے کی کوئی صورت نہیں	(۲) ندعوا ربنا الذی ھو منبت الفضل ہم اپنے رب سے دعا کرینگے جو تمام فضلوں کا منبت ہے
(۳) ولات حین مناص اور نہ ہی پناہ اور گریز کی کوئی جگہ	(۳) وان لم یستجب فنرضی بالعیش الرسول اور اگر اسنے دعا قبول نہ کی تو اسکے لئے رذیلانہ زندگی پر بھی خوش ہیں۔
(۴) وتلزمک المصائب ملازمۃ الغریم اور اس سعد اللہ کی وجہ سے حکام وقت کی طرف سے آپکو وہ مصائب پہنچینگے جیسے کہ کسی قرضدار کو قرضخواہ کی وجہ سے	(۴) واللہ لا یسلط علی ھٰذا الشریر خدا کی قسم خدا اس ... کو مجھ پر مسلط نہیں کریگا۔

(۵) والمال معلوم بعد التعب العظیم

اور مآل اور انجام اس امر کا جیسا کہ سخت معلوم ہوگا اور بہت بڑی تکلیف کے بعد ہوگا وہ بھی معلوم ہے

(۶) ولیس الحکومۃ تارك المجرمین

اور گورنمنٹ ایسے مجرموں کو کبھی چھوڑنے والی نہیں۔

(۷) ویجرك القانون الی الاثام

اور گورنمنٹ کا قانون آپ کو اس جرم کی سزا کی طرف ضرور کھینچیگا

(۸) فالخیر فی اخفاء ھذا الوحی۔

پس ساری خیر اسی بات میں ہے کہ اس وحی کو ظاہر نہ کیا جائے اور پوشیدہ رکھا جائے

(۵) وینزل علیہ افۃ وینجی عبدہ المستجیر۔ یہانتک نوبت ہی نہ پہنچیگی بلکہ خداتعالےٰ اسپر آفت نازل کریگا اور اپنی بندہ کو اسکے شر سے نجات دیگا۔

(۶) ماکان لاحد ان یضر من دون باری الانام۔ خدا کے سوا کچھ بھی کسی کے اختیار میں نہیں کہ کسی کو ضرر دے سکے۔

(۷) لا ابالی بعدہ تھدید الحکام

جب خدا پر میرا یہ ایمان ہے تو اسکے بعد خدا کی راہ میں میں حکام کی تہدید کی بھی کچھ پروا نہیں کرتا

(۸) ان الاخفاء معصیۃ عندی و من سیر اللئام۔ خدا کی وحی اور الہام کو لوگوں کے ڈر سے چھپانا اور ظاہر نہ کرنا میرے نزدیک معصیت اور لیئم لوگونکی خصلت ہے۔

آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں مگر مسیح موعود

خطبہ الہامیہ کا ضمیمہ صفحہ ب غور سے پڑھو حضرت اقدس فرماتے ہیں وقد ختمت النبوۃ علیٰ نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلّم فلا نبی بعدہ الا الذی نوّر بنورہ وجعل وارثہ من حضرۃ الکبریاء۔ اعلموا ان الختمیۃ اعطیت من الازل لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم اعطیت لمن علمہ روحہ وجعلہ ظلّہ فتبارک من علم و تعلم فان الختمیۃ الحقیقیۃ کانت مقدرۃ فی الالف السادس الذی ھو یوم السادس من ایام الرحمٰن لیشابہ ابا البشر من کان ھو خاتم نوع الانسان ۔۔۔۔ والیہ اشار سبحانہ فی قولہ واٰخرین منھم فی سورۃ الجمعۃ ایماء الیٰ یوم الجمعۃ الحقیقیۃ واراد من ھٰذا القول ان المسیح الموعود الذی یاتی من بعد خاتم الانبیاء ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلّم من حیث المضاھات التامۃ ورفقاءہ کالصحابۃ وانہ ھو عیسی الموعود لھٰذہ الامۃ وعداً من اللہ ذی العزّۃ فی سورۃ التحریم والنور والفاتحۃ قول الحق الذی فیہ یمترون ماکان لنبی ان یاتی بعد خاتم الانبیاء الا الذی جعل وارثہ من مّنّہ واعطی من اسمہ وھویتہ ویعلمہ العالمون فذٰلک مسیحکم الذی تنتظرونہ ولا تعرفونہ والی السماء اعینکم ترفعون۔

جو شخص اپنے آپکو احمدی سمجھتا ہے وہ اس تحریر کو پڑھکر حضرت مسیح موعود کی نبوت کا فیصلہ کرلے اگر اسمیں کچھ بھی خدا کا خوف اور تقویٰ ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ وہ ہرگز اس عقیدہ کو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ ان معنوں میں نبی و رسول تھے۔ جن معنوں میں اس امت کے دوسرے مجدد بھی نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں" پسند نہ کریگا کیونکہ یہ عقیدہ سراسر حضور مغفور کے دعوے کے برخلاف ہے آپ فرماتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلعم کے بعد تمام امت محمدیہ سے میں ہی وہ شخص ہوں۔ جو نبوت کا انعام لیکر آیا۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب رقمطراز ہیں۔ کہ نبوت

کے آپ وارث نہیں ہو سکتے۔ دوسرے مجددوں کی طرح لغوی نبی ہیں پس کوئی احمدی جو حضرت اقدس کے دعوے کو ماننے والا ہے اس عقیدہ کو قبول نہیں کر سکتا۔

فسخ العہد کا نشان اور حضرت مسیح موعود کے نافرمان

جو لوگ حضرت اقدس کو مسیح موعود مان کر پھر آپ کے شان اور رتبہ کو اس طرح کہکر کہ آپ نبوت میں فلاں مجدد کے مانند ہیں گھٹاتے ہیں یعنے جیسے پہلے مجدد لغوی نبی تھے ایسے ہی آپ بھی ہیں۔ اس میں آپ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ وہ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸ کی اس عبارت کو پڑھیں۔

فانا ذلك النور والمجدد المامور والعبد المنصور والمهدی المعهود والمسیح الموعود وانی نزلت بمنزلة من ربی لا یعلمها احد من الناس وان سری اخفی وانأی من اکثر اهل الله فضلاً عن عامة الاناس وان مقامی ابعد من ایدی الغواصین وصعودی من قیاس القائسین وان قدمی هذه اسرع من القلاص فی مسالك سبل الناس فلا تقیسونی باحد ولا احداً بی ولا تهلکوا انفسکم بالریب والعماس وانی لب لا قشر معه وروح لا جسد معه وشمس لا یحجبها دخان الشماس واطلبوا مثلی ولن تجدوه وان تطلبوا بالنبراس ولا فخر ولکن تحدیث لنعم الله الذی هو غارس لهذا الغراس وانی غسلت بماء النور وطهرت بعین القدس من الاوساخ والادناس وسمانی ربی احمد فاحمدونی ولا تشتمونی ولا توصلوا امرکم الی الابلاس ومن حمدنی وما غادر من نوع حمد فما مان ومن کذب هذا البیان فقد مان واغضب الرحمٰن فویل للذی شك وفسخ العهد وغلّ ولوّث بطائن من الجن الجنان۔

حضرت کے فرمان فلا تقیسونی باحد کے نافرمانو! آج فسخ العہد کے نشان کو تم نے اپنے ہاتھ سے پورا کر دیا اسلئے اغضب الرحمٰن کا خوف کرو حضور اقدس تو فرماتے ہیں ان الختمیة الحقیقیة کانت مقدرة فی الالف السادس۔ اور تم کہتے ہو نبوت الف خامس میں ختم ہوگئی۔ حالانکہ جس شخص کا ایسا عقیدہ ہو۔ اب اس کو حق کا منکر اور ظالم قرار دیتے ہیں۔ وکیف یتحقق مفهوم لفظ منهم من غیر ان یکون الرسول موجوداً فی الآخرین کما کان

فی الاولین فلابد من تسلیم ما ذکرناہ ولا مفرّ للمنکرین ومن انکر من ان بعث النبی علیہ السلام یتعلق بالالف السادس کتعلقہ بالالف الخامس فقد انکر الحق ونص الفرقان وصار من الظلمین صفحہ ۱۸۱ خطبہ الہامیہ۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرنیوالو! کہاں تک تم حق کو چھپاؤ گے۔ تمہارے اعتراضات کے دھوئیں آپکی نبوت کے سورج کو چھپا نہیں سکتے سنو! حضور مغفور اپنی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ وانزل اللہ علیّ فیض ھذا الرسول فاتممہ واکملہ وجذب الیّ لطفہ وجودہ حتی صار وجودی وجودہ فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سیدی خیر المرسلین وھذا ھو معنی واخرین منھم کما لا یخفی علی المتدبرین ومن فرّق بینی[1] وبین المصطفٰی فما عرفنی وما رای پس تمنے مسیح موعود کو دیکھا نہیں اور نہ اسکو شناخت کیا ورنہ اس صاف اور صریح دعوٰی کا انکار نہ کرتے وان ھذا الزمان موطاء قدمہ علیہ السلام من الحضرۃ الاحدیۃ کما یفھم من ایۃ واخرین منھم وایات اخری من الصحف المطھرۃ ففکر ان کنت من العاقلین واعلم ان نبینا صلے اللہ علیہ وسلم کما بعث فی الالف الخامس کذلک بعث فی اٰخر الالف السادس باتخاذہ بروز المسیح الموعود وذلک ثابت بنص القرآن فلا سبیل الی الجحود ولا ینکرہ الا الذی کان من العمیین "

اے تعصب کے اندھو! یہ چودہویں کا چاند تمکو نظر نہیں آتا جو لوگوں سے جھگڑتے ہو کہ یہ بھی ایک ستارہ ہے بل الحق ان روحانیتہ علیہ السلام کان فی اٰخر الالف السادس اعنی فی ھذہ الایام اشد واقوی واکمل من تلک الاعوام کالبدر التام ص ۱۸۱ دیکھو آپ تو فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی روحانیت اب اُن دنوں کی نسبت اقوی اور اکمل اور اشد ہے بلکہ چودہویں رات کے چاند کی طرح ہے لاہور کو مدینۃ المسیح سمجھنے والو! کیا اطاعت اور فرمانبرداری اسی کا نام ہے کہ مسجد اقصےٰ جسکی نسبت حضور کا ارشاد ہے ولا شک ان مسجد المسیح الموعود ھو اقصی المساجد من حیث الزمان من المسجد الحرام وقد بارک من کل جانب برکۃ ونوراً کالبدر التام ص ۱۹۷

[1] جس شخص نے لکھا تھا۔ کہ فرق کے معنے خلافت کے قائمین نہیں سمجھے وہ صار وجودی وجودہ پر غور کرے کہ یہی مراد ہے یا نہیں؟

آج بقول تمہارے وہ ایک پوپ کی گدی ہے لفظ المسجد الحرام اور المسجد الاقصیٰ میں کیا ہی لطیف اشارہ تھا کہ عصم اللہ نبیہ و ذیلہ و بیتہ من صول الصائلین وہ تو دشمنوں کے حملہ سے محفوظ ہے اور المسجد الاقصیٰ الذی یبلغ فیہ نور الدین الیٰ اقصی المقام کالبیت التام اسکی حفاظت کا یہ حال کہ جہلاء اور اشقیاء کا وہ مرکز ہو۔ خدا کے واسطے کچھ تو غور کرو آخر مرزاہی حضرت اقدس تم اپنی صداقت کا مخالفوں کے سامنے یہ ثبوت پیش کریں کہ میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اسکے پیدا ہونیکی خبر دیگئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اسکا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ **محمود**" دیکھو ترجمہ تریاق القلوب ص ۴۰ جس میں یہ اشارہ ہے کہ اے میری دشمنو تم جو مجھے بے نام و نشان دیکھنے کے خواہشمند ہو۔ سو یاد رکھو کہ تمہاری یہ آرزو کبھی پوری نہ آئیگی۔ ایک وقت آئیگا کہ **میرے بعد اس مسجد میں محمود امام جماعت ہوگا**۔ یہ کشف حضور کا محمود کو خلیفہ برحق ماننے ہی سے آپکے لئے بشارت ہو سکتا ہے تمہارے اعتقاد کے موافق تو معاملہ برعکس ہے ایسا ہی تریاق القلوب صفحہ ۱۴ میں ہے" الہام یہ بتلاتا تھا کہ چار لڑکے پیدا ہونگے اور ایک کو انمیں سے ایک مرد خدا مسیح صفت الہام نے بیان کیا ہے" صفحہ ۶۵۔ سو چونکہ خدا تعالےٰ کا وعدہ تھا۔ کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اسمیں سے وہ شخص پیدا کریگا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا اسلئے اسنے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے" صفحہ ۷۰ سو اس نے ایک نئے خاندان کے لئے مجھے اس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اسکے لئے مبارک ہوگا اور مریم کی طرح اس سے تجھے **پاک** اولاد دیجائے گی جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا۔ ایسا ہی ظہور میں آیا" اشتہار تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۰۔ اور خدا تجھ سے ایک نئی بنیاد ڈالیگا۔ اسی بنیاد کے مانند جو ابراہیم سے ڈالی گئی۔ اسی مناسبت سے خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام ابراہیم رکھا" پھر اس ابراہیم کی پاک اولاد پر حملہ کرنا اور اسکو پوپ سے تشبیہ دینا کیا یہ متقیوں کا کام ہے مریم کی اولاد پر ایک قوم نے حملہ کرکے کیا عزت پائی جو تم پاؤ گے۔ خدا ترس دل کے ساتھ ان وعدوں کو پڑھو۔ جو اللہ تعالےٰ نے مسیح موعود کو اپنی اولاد بلکہ در و دیوار کے متعلق بار بار دیئے۔ اگر تم مریم کی اولاد کو پاک سمجھتے ہو۔ اور ابراہیم کی آل اولاد

تمہارے نزدیک بزرگ ہے تو پھر اس مریم اور اس ابراہیم کے ان لخت جگروں کے ستانے کے لئے کیوں رات دن کمربستہ ہو تمہارے اعتقاد کے موافق تو حضرت مسیح موعود کا منجانب اللہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ نے جا بجا بڑے زور کے ساتھ اپنے مخالفوں کے آگے یہ دعویٰ پیش کیا۔ کہ میری اولاد جو میری اس نئی بیوی سے ہوگی وہ پاک ہوگی۔ اور ایک لڑکا ان چار میں سے مسیح صفت ہوگا۔ اور جن نوروں کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی وہ نور انکے ہاتھ سے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلینگے اور قادیان کی نسبت فرمایا" کہ اسلام کی مردہ حالت میں اسی جگہ سے زندگی کی روح پھونکی جاویگی" (دیکھو اشتہار منارۃ المسیح ذ) "اور اسی دن یوں ہوگا کہ جیتا پانی یروشلم سے جاری ہوگا یعنے خدا کا مسیح ظاہر ہو جاویگا۔ اور اسجگہ یروشلم سے مراد بیت المقدس نہیں بلکہ وہ مقام ہے جس سے دین کے زندہ کرنے کے لئے الہٰی تعلیم کا چشمہ جوش ماریگا اور وہ قادیان ہے جو خدا کی نظر میں دار الامان ہے (نزول المسیح صفحہ ۴۲) اب تمہارے نزدیک (نعوذ باللہ) یہ وعدے اس طرح پورے ہوئے کہ جس بیوی سے حمایت اسلام کی بنیاد قائم ہونی تھی۔ اس سے بجائے مسیح صفت کے پوپ صفت ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور وہ قادیان جس سے زندگی کی روح پھونکی جانی تھی۔ وہ آج ایک بقال کی دکان بن گئی۔ اور اسلام کی حمایت کے بجائے وہاں احمدیوں کی جیبیں کترنے والے خود مسیح کے گھر میں لیٹرے پیدا ہو گئے۔ حق کے دشمنو! صداقت سلسلہ کی یہی دلیلیں ہیں جو تم پیش کرتے ہو؟

سنو! حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس کتاب سے قادیان میں جیتا پانی نکلنے کی پیشگوئی نقل فرمائی اسی کتاب میں اس یروشلم کی نسبت یہ پیشگوئی بھی موجود ہے"........

....

اور میں داؤد کے گھرانے پر اور یروشلم کے باشندوں پر **فضل** اور مناجات کی روح برساؤنگا (دیکھو زکریا باب ۱۲)

حضرت فضل عمر کو طفل مکتب کہنے والو تم جو اس یروشلم پر چڑھائی کر رہے ہو کہ وہاں کم عمر کا بچہ ہے ہم سپر غالب آجائینگے سو یاد رکھو جب وہ مہدی اور مسیح اس یروشلم میں آگیا تو پھر یہاں کوئی بچہ نہ پاؤ گے جو کم عمر ہو۔ اور میں یروشلم سے خوش ہونگا اور اپنے لوگوں سے مسرور۔ اسی میں رونے کی صدا کبھی پھر سنی نہ جائے گی اور نہ نالہ کرنے کی آواز سو آگے کو وہاں ایسا کوئی لڑکا نہ ہوگا

جو کم عمر ہے" دیکھو یسعیاہ باب ۶۵/۱۹۔

بچے کا اعتراض تمہاری طرف سے ہونا تھا اسلئے اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی جواب دیدیا۔ تاکہ جب یہ پیشگوئی پوری ہو تو دنیا میں ثابت ہو جائے کہ قادیان ہی یروشلم ہے جسکے درو دیوار پر خدا تعالےٰ نے نگہبان بٹھلائے ہیں جنھوں نے اجنبی زادوں کو نکالدیا اور خدا کے برگزیدہ بندے یہاں اپنے گھر بنا رہے ہیں "اے یروشلم میں نے تیری دیوار و نپر نگہبان بٹھلائے ہیں۔ ۔ ۔ آگے کو تیرا غلہ تیرے دشمنوں کو نہ دونگا کہ کھائیں اور اجنبی زادے تیری مے جس کے لئے تو نے محنت کھینچی آگے کو نہ پئینگے بلکہ وہی جنھوں نے فصل کی مے اس میں سے کھائینگے اور خداوند کی مدح کرینگے" (یسعیاہ باب ۶۲) وہ گھر بنا دینگے اور ان میں بسینگے وہ تاکستان لگائینگے اور انکے میوے کھائینگے اور ایسا نہ ہوگا کہ وہ بنادیں دوسرا بسے ۔ ۔ ۔ اور میرے برگزیدے اپنے ہاتھوں کے کام سے خود فائدہ اٹھائینگے کیونکہ وہ اپنی اولاد سمیت خداوند کے مبارکوں کی نسل ٹھہریں گے اور ایسا ہوگا کہ پیشتر اسکے کہ وہ پکاریں میں جواب دونگا اور وہ ہنوز کہہ نہ چکینگے کہ میں سن لونگا (فیعطون ما سالوا۔ ابن ماجہ) بھیڑیا اور بھیڑ ایک ساتھ چرینگے اور شیر ببر بیل کے مانند گھاس کھائیگا (حتی ترعی الاسود مع الابل والنمر مع البقر والذباب مع الغنم) ایضاً باب ۶۵/۲۱" دیکھو خداوند زمین کو اندیل کے خالی کرتا ہے اور اوپر کے تلے کرتا ہے ۔ ۔ ۔ سرزمین بالکل خالی کیجائے گی (وانفت ما فیہا وتخلت) سرزمین کے عالی قدر لوگ ناتواں ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سرزمین انکے نیچے جو اسپر بستے ہیں نجس ہوئی کہ انہوں نے شریعتوں کو عدول کیا۔ قانون کو بدلا۔ عہد ابدی کو توڑا ۔ ۔ ۔ سرزمین شدت سے ہلائی گئی ۔ ۔ ۔ کیونکہ اسکے گناہ کا بوجھ اسپر بھاری ہوا ۔ ۔ ۔ اور اسدن میں ایسا ہوگا کہ خداوند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سزا دیگا (اذا نزلت الخلافۃ الارض المقدسۃ فقد دنت الزلازل والبلابل والامور العظام) اور چاند مضطرب ہوگا اور سورج شرمندہ (ان لمہدینا ایتین) یسعیاہ باب ۲۴ ۔ اور اسوقت میکائیل وہ بڑا سردار جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اٹھیگا اور ایسی تکلیف کا وقت ہوگا جو امت کی ابتدا سے لیکے اسوقت تک کبھی نہ ہوا تھا اور اسوقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک جس کا نام کتاب میں لکھا ہوگا۔ رہائی پاویگا۔ دانی ایل باب ۱۲/۱" اور دانئیل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے

(اشتہار تحفہ گولڑویہ صـ۱۲) بلکہ ہر ایک جس کا نام یروشلم کے زندوں میں لکھا ہوگا مقدس کہلائیگا۔ یسعیاہ باب ۴

یخرج المهدی من قریة یقال لها کدعہ ... ومعه صحیفة مختومة فیها عدد اصحابه الخ۔ ام حسبتم ان اصحٰب الکهف والرقیم کانوا من اٰیٰتنا عجبا (یہ الہام دیکھو براہین احمدیہ صـ۵۶۱) قادیان کی مقدس گروہ مراد ہے کیونکہ یہاں ہی وہ کہف (پناہ) ہے۔ جو شیطانی فتنوں سے بچاتی ہے اور صحیفہ میں لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ اور قادیان کا نام حضرت اقدس نے کشف میں نصف قرآن (باعتبار حروف) کے دائیں طرف دیکھا (دیکھو ازالہ صفحہ ۷۳) حجج الکرامہ صفحہ ۷۹ ۳ میں ہے۔" ابن مردویہ از ابن عباس آوردہ مرفوعاً کہ اصحاب کہف اعوان مہدی شوند۔

پس دنیا کے مُردوں نے اس یروشلم قادیان کے زندوں کا کیا مقابلہ کرنا ہے اور اصحاب الکهف والرقیم کو اپنے دشمن سے کیا خوف ہے مسیح موعود کے بہادر ہیں "جو دور دور سے آکر اس روحانی گروہ میں بھرتی ہوئے دنیا دیکھے گی کہ لشکر پیغام کو کس طرح شکست دیتے ہیں"۔ اور "انہیں زمین کی انتہا سے سیٹی بجا کے بلاتا ہے اور دیکھ وہ دوڑ کے جلد آتے ہیں ... وہ نہیں اونگھتے اور نہیں سوتے۔ ان کا کمربند کھلتا نہیں ہے ... ہاں وہ جوان شیروں کے مانند گرجتے ہیں" ونزد نماز عشا باوے (یعنی مہدی) رایت رسول خدا صلعم ظاہر شود وہم قمیص و سیف او صلعم ... وایں رفقاء او رہبان لیل وشیران نہار باشند و جیش صاحب مدینہ بر سر ایشاں رسیدہ مقابلہ کند ایشاں را ہزیمت دادہ تعاقب کناں مدینہ رسانند۔ حجج الکرامہ صفحہ ۳۰۷"

لاہور کو مدینہ کہنے والو! تم جو اپنا جیش لیکر اس مہدی کے شان پر حملہ کرنے آئے ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قمیص میں ظاہر ہوا۔ اور جس کے ہاتھ میں آپکی دلائل ایمان کی سیف ہے۔ اور وہ اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو مارے گا۔ اور اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالے گا۔ یسعیاہ ولا یحل الکافر ان یجد ریحہ نفسہ الامات۔ کیا تم نے پڑھا نہیں تھا کہ رہبان لیل اور شیران نہار سے جیش صاحب مدینہ کا مقابلہ کر کے شکست کھائیگا۔ اگر لاہوری پیغام بلڈنگس ہی مدینۃ المسیح تھا تو پھر شکست کے کیا معنے ہیں۔ لاہور کو مدینہ بنا کر تم نے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ تمہارے اس مقابلہ کی ایک اور روایت میں بھی پیشگوئی ہے اسکا انجام پڑھ لو۔" نعیم بن حماد از زہری روایت کردہ کہ بمیرد مہدی بموت خود و مردم بعد از شے در فتنہ افتند (یعنے خلافت کے مسئلہ میں) و بیا لائید

بسوئے ایشان مرے از بنی مخزوم (یعنے مقام مہدی میں باہر سے آیا ہوا شخص) وبیعت کردہ شود او را (یعنے کچھ لوگ اسکے ہمخیال ہو جائینگے) ومکث کنند زمانے (یعنی کچھ مدت اسی طرح گذار دینگے) پس ترندا کند منادی از آسمان کہ نیست انس وجن مگر بیعت کنند فلاں را وبر نگردید بر پاشنہائے خود بعد ہجرت (یعنے ایک وقت ایسا آئیگا کہ وہ شخص اس فتنہ کا اعلان کر دیگا جس سے بعض مہاجر مقام ہجرت کو چھوڑنا چاہینگے) پس نظر کنند و نشناسند آنمرد را (یعنے اس خلیفہ کو) باز ندا کند سہ بار (سبز اشتہار صفحہ ۷ و ۱۷ و ۲۱ میں اس خلیفہ کے نام کی ندا موجود ہے) پس بیعت کردہ شود منصور و برود بسوے مخزومی (یعنے وہ فتنہ اٹھانے والا بمعہ اپنے ساتھیوں کے کہیں باہر چلا جاویگا۔ اور خلیفہ منصور کو اسکی طرف توجہ کرنی پڑیگی) و نصرت دہد خدا او را بروئے .... یعنی اسکے فتنے کو اپنی دعاؤں سے دور کر دیگا (دیکھو حجج الکرامہ ۳۶۲)

جن لوگوں کا کافر اور یہودی ہونا قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے انکا حمایتی بنکر ایسی شخص کی نبوت کا انکار کرنا جس کو خدا اور رسول نبی کہے اور وہ خود بھی نبی ہونیکا مدعی ہو۔ اور روایات سے بھی ثابت ہے کہ لوگ اسکو رسول خدا کہینگے "فرود آید عیسے بن مریم .... گویند اے رسول خدا ... پس ہے یہی یہودی عظیم طویل اکول شروب اکر بر منبر دست او .... ۱۴۲" اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۱ میں ہے ومن قال بسلب نبوتہ[عله] کفر حقا کما صرح بہ السیوطی۔ غرض قادیان ہی وہ شام ہے جہاں عیسے نبی اللہ کے ہاتھ سے شیطان نے قتل ہونا تھا۔ ثم تصرف الملئکۃ وجہہ قبل الشام وہنالک یہلک (مسلم) اور قادیان ہی میں وہ ابدال شام ہیں۔ جو مسیح موعود کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں (یدعون لک ابدال الشام) اسی شام سے بعض بدقسمتوں نے نکالا جانا تھا (قائم نشود ساعت تا آنکہ برگردند شرار شام بسوئے عراق و خیار عراق بسوئے شام رواہ ابن ابی شیبہ عن امامہ صفحہ ۲۹۴) اسی شام کی نسبت آپکی پیشگوئی ہے۔ کہ آخری زمانہ میں لوگوں کو اکٹھا کرنے والی ایک آگ ظاہر ہوگی صحابہ نے عرض کی فما تامرنا قال علیکم بالشام یعنی تم فتن کی آگ سے بچنے کے لئے قادیان میں پناہ لو۔ قادیان ہی مقام ابراہیم ہے اور اسکی طرف ہجرت کرنا پہلی ہجرت کی طرح ہے۔ جس سے آپ کی بعثت ثانی کا پتہ لگتا ہے احمد و ابو داؤد و حاکم و ابونعیم از ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ روایت کردہ اند۔ ستکون ہجرۃ

[عله] جس نے کہا آنے والا مسیح نبی نہیں کافر ہے (امام سیوطی رح)

بعد ہجرۃ فخیار الارض الزمھم مھاجر ابراھیم ویبقی فی الارض شرار ھا . . .
تحشرھم النار مع القرادۃ والخنازیر۔ دیکھو اس ابراہیم یعنے مسیح موعود کے مقام کی طرف نہ جلنے کی جب یہ سزا ہے تو جو لوگ ان مہاجرین پر حملہ کرتے ہیں۔ انکا حشر کس کے ساتھ ہوگا۔ اس مقام سے سبت کے دن پھلنے والو! حضرت اقدس کے اس الہام کو بھی پڑھ لو۔ الذین اعتدوا منکم فی السبت (دیکھو البشریٰ جلد دوم ص۱۲۹) اگر تم نے مسیح موعود کا انکار کر کے جماعت کو پراگندہ کرنا نہیں چاہا تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہود کے اعتقاد کے ساتھ تمہاری صلح ہے۔ جس کے نابود کرنے کو مسیح موعود نازل ہوا۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۰ میں ہے۔ "در حدیث ابن مسعود آمدنزد نعیم وحاکم کہ چوں دجال بگوید انا رب العلمین . . . ادرا الیاس بگوید کذبت دالیسع بگوید الیاس راست گفتہ" یہ تو ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم کو الآن کما کان زندہ سمجھکر دوبارہ زمین پر آتارنا اسکے ابن اللہ ہونے کی دلیل ہے جس کو اسی طرح پیش کیا جاتا ہے جس طرح یہود الیاس کے دوبارہ آنیکے منتظر اور مدعی ہیں۔ اسی طرح مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا خیال ہے اسلئے حدیث میں ایسے گروہ کو یہود کہا گیا۔ اور الیاس کا کذبت کہنا یہ کر او چھوٹے دیکھے میں بقول ابن آدم دنیا میں کیونکر آیا۔ ایسا ہی ابن مریم کا آنا بھی ہے یعنے وہ مر گیا اور اسکی جگہ جس نے آنا تھا وہ آگیا۔ جس کے ہاتھ سے تو اور اس اعتقاد میں تیرے دوسرے ہمخیال سب ہزیمت یاب ہوں گے خواہ تو کتنے ہی حیلے کرے۔ میں ٹالنے کا آخری حیلہ بھی لکھدیتا ہوں جو یہ ہے۔ "دجال عیسیٰ را دیدہ بعض یاران خود را بگوید بر پا کن نماز را ایں حروف از خوف عیسےٰ علیہ السلام گفتہ باشد بعدہٗ دجال بگوید اے نبی خدا اقامت نماز گفتہ شدہ است وے فرماید اے دشمن خدا گمان کردی کہ تو رب العلمین بودہ پس نماز برائے کدام یک میگذاری۔ حجج الکرامہ ص۴۱۵"

اس روایت سے ظاہر ہے کہ کچھ ایسے نمازی ہونگے جو مسیح کو خدا بنانے میں ان کے معاون ہونگے اور وہ چاہینگے کہ مسیح موعود ہمارے پیچھے نماز پڑھ لیں تاکہ اس صلح سے ان کے اعتقاد کی بیخکنی نہ ہو۔ پر خدا کا بھیجا ہوا مسیح موعود انکے اس دھوکے میں کیونکر آسکتا تھا کہ ان لوگوں نے مجھے نماز کے لئے بلایا ہے اور قبلہ کو منہ کر کے نماز پڑھینگے۔ بلکہ یہ کہکر کہ جب تمہارا عقیدہ سخت برا ہے پھر نماز کیسی ایک ایسا حربہ دعا کا چلائیگا۔ جس سے . . . فتنے کا کام تمام

ہو جائیگا۔ دجال باوجودیکہ مسیح موعود کا سخت دشمن ہے۔ پھر بھی اسے نبی خدا کہیگا مگر اُن کے معاونوں کے طرفدار اور حمایتی احمدی کہلا کر آپ کی نبوت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ دوسرے مجدّدوں کی طرح ایک مجدّد ہیں۔ حالانکہ آپ فرماتے ہیں فان ھٰذا البعث بعث ما رأ لا الاولون والمرسلون السابقون ولا النبیّون اجمعون (دیکھو ضمیمہ خطبہ د) انہ جمع فی نفسی کل شان النبیین علیٰ سبیل الموھبۃ والعطاء (ر رف) وہی علامات اور براہین جو کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں آپکی صداقت کے نشان اور دلیل تھے وہی اب بھی موجود ہیں۔ ... آپنے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ایک اپنا اور ایک مسیح موعود کا (الحکم نمبر ۶ ۱۷ فروری ۱۹۰۶ء) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس امت کی دو دیواریں ہیں ایک میں اور ایک مسیح (الحکم ۳۰ ستمبر سنہ) میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں خدا سے وحی پاتا ہوں اور منہاج نبوت کے تینوں معیار میرے ساتھ ہیں۔ (الحکم نمبر ۱۲ ۱۰ اپریل سنہ) جسقدر نشانات خدا تعالےٰ نے میری تائید میں ظاہر کئے وہ اپنی تعداد اور شوکت میں ایسے ہیں کہ بجز حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کل انبیاء مرسلین سے ثابت نہیں ہوئے۔ لیکن اس میں میرا کیا فخر ہے یہ سب کچھ تو اس پاک نبی کی فضیلت سے ہے (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء) اور پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے۔ تا اس نبوت عالیہ کی کسرِ شان نہ ہو (نزول المسیح ص) باقی پھر انشاء اللہ تعالےٰ!

(کرم داد از دوالمیال)

قیام رمضان

یہ مضمون فتویٰ نہیں بلکہ بطور مذاکرہ علمیہ ہے ہمارے احباب غور سے مطالعہ فرمائیں جن باتوں پر ہمارا عمل ہے اسکے دلائل بھی کتاب و سنت سے معلوم ہونے چاہئیں یہ مضمون بڑی محنت سے بیس پچیس کتب کے مطالعہ کے بعد مرتب کیا۔ (ایڈیٹر)

قیام رمضان جسے عوام الناس بلکہ اب تو خواص بھی تراویح کہتے ہیں نماز تہجد سے کوئی الگ نماز نہیں ہے بلکہ یہ وہی نماز ہے جس کا حکم قرآن مجید میں ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ط اور رات کو نیند سے اٹھکر خدا کی نماز پڑھ یہ اے مخاطب قرآن تیرے لئے موجب قربت ہے پھر فرمایا یایھا المزمل قم اللّیل الا قلیلاً [1] نصفہ او انقص منہ قلیلاً ط او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلاً اے کمبلی اوڑھنے والے رات کو اٹھکر قیام کر۔ مگر آدھی رات یا اس سے کچھ گھٹالے یا اس پر کچھ بڑھالے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں اس نماز کی زیادہ تاکید و زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور یوں بھی ہر عبادت وصلوٰۃ کا اہتمام رمضان المبارک میں زیادہ ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ: (عن عائشۃ کان رسول اللہ صلعم یجتھد فی رمضان مالا فی غیرہ وفی العشر الاواخر اشد وکان یحیی لیلہ ویوقظ اھلہ ویشد میزرہ اخرجہ الخمسۃ (تلخیص الصحاح ص ۲۹۹)

رسول اللہ صلعم رمضان میں عبادت کی ایسی کوشش وریاضت فرماتے تھے جو غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے۔ اور اخیر کے دہاکے میں تو بہت ہی کوشش فرماتے ساری ساری رات جاگتے۔ اور اپنے اہلبیت کو بھی جگادیتے اور آپ اپنی کمر کس لیتے تھے۔ اور اسی بنا پر آپ اپنے صحابہ کو قیام کی تاکید فرماتے یعنی حکم قم اللیل پر اس مہینے بالخصوص عمل کریں کیونکہ یہ مہینہ باقی سال کے لئے گویا بطور سبق کے ہے اس مہینے میں نمازوں کو جماعت کے ساتھ بڑے اہتمام سے پڑھایا جاتا۔ تاکہ باقی سال بھی مومنین ایسی ہی عبادت کریں اور سمجھیں کہ آدمی اگر اسقدر ٹھہر ٹھہر کر اور بڑے سوز و اطمینان و حضور قلب سے نماز پڑھنا چاہئے تو پڑھ سکتا ہے اور پھر قرآن شریف کی زیادہ تلاوت ہوتی۔ تاکہ

[1] قلیلاً مستثنیٰ ہے اللیل یعنی بعض راتوں میں کسی عذر سے یا اس نیت سے کہ عادت و رسم نہ بنجائے ۱۲

غلطیاں جو ہیں وہ نکلجائیں اور دنیا داروں کو سمجھ آجائے کہ اگر وہ قرآن کریم اتنا ہی روز پڑھیں یا سنیں
تو کاروبار میں چنداں فرق نہیں آتا۔ ایسا ہی سحری کے وقت اٹھانے کی مشق ایک مہینہ کرائی
جاتی ہے۔ جو لوگ اس خوف سے نہیں اُٹھتے کہ شاید ہم اسوقت بیدار ہونے سے بیمار ہو جائیں
یا یونہی تغافل و کاسل سے کام لیتے ہیں یہ اٹھنا انکے نادم کرنے کے لئے کافی ہے کہ دیکھو
تم کھانے کے لئے کیا خوشی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہو پس اگر تمہیں روح کی کچھ فکر ہے تو اس روحانی
غذا (تہجد۔ قیام اللیل) کے لئے بھی اسی شوق و ذوق تام و محنت و اہتمام سے اٹھو چنانچہ حدیث
شریف میں آیا ہے (عن ابی ھریرۃ) کان رسول اللہ صلعم یرغبہم فی قیام رمضان
من غیران یأمرھم بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر
لہ ماتقدم من ذنبہ فتوفی رسول اللہ صلعم والامر علی ذلک ثم کان الامر
علی ذلک خلافۃ ابی بکر و صدرا من خلافۃ عمر (اخرجہ الستۃ) واخرج
البخاری المرفوع منہ فی قیام رمضان (تلخیص الصحاح ط ۲۹۹ و مشکوۃ صہ ۱۰۶) رسول اللہ صلعم
اپنے صحابہ کو قیام رمضان کی ترغیب دیتے تھے مگر یہ نہیں کہ آپ انہیں تاکیدی و وجوبی حکم دیں۔ یہ
فرمایا کرتے جو شخص رمضان میں ایمان[1] اور ثواب کے حصول[2] کے لئے قیام (یعنی قم اللیل) کو ادا کرتا رہیگا
اسکے اگلے گناہ بخشدئے جائینگے پس رسول اللہ صلعم وفات پاگئے اور یہی طریقہ جاری رہا۔ پھر خلافت
ابو بکرؓ میں بھی یہی طریق العمل رہا پھر حضرت عمرؓ کے شروع زمانہ خلافت تک اسی پر عملدرآمد رہا
بخاری نے اس روایت کو ابوہریرہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔

چونکہ رسول اکرم صلعم رمضان میں اکثر مسجد میں رہتے۔ اسلئے بعض صحابہ نے آپکو تہجد پڑھتے
دیکھکر ساتھ اقتدا کر لیا۔ مگر آپنے اخیر پر منع فرمادیا۔ اور اسکی وجہ بھی بتادی اسکے متعلق حدیثیں بیان
کیجاتی ہیں (انس) کان رسول اللہ صلعم یقوم فی رمضان فجئت فقمت الی جنبہ
فجاء رجل اخر فقام ایضا حتی کنا رھطا فلما احس انا خلفہ جعل یتجوز فی الصلوۃ
ثم دخل رحلہ فصلی صلوۃ لا یصلیہا عندنا فقلت لہ حین اصبحت افطنت

---

[1] ای تصدیقا لحکم اللہ [2] احتساب کے معنے حاشیہ مشکوۃ پر لکھے ہیں طالبا الثواب من غیر ریاء و سمعۃ ۱۲ اسپر شارح مشکوۃ نے لکھا ہے ای علی ما کانوا علیہ من قیام رمضان من غیر جماعۃ یعنی رمضان میں تہجد بالضرور پڑھتے مگر سوائے جماعت کے اپنے اپنے گھر ۱۲

لنا اللیلۃ قال نعم ذلک الذی حملنی علی ما صنعت (اخرجہ مسلم تخیص الصحاح ص۳۰)

رسول اللہ صلعم رمضان میں قیام فرما رہے تھے آیا اور آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک اور شخص آیا وہ بھی کھڑا ہو گیا یہانتک کہ ایک جماعت بن گئی (دیکھا دیکھی جوں جوں لوگ آتے گئے کھڑے ہوتے گئے) جب آپکو محسوس و معلوم ہو گیا کہ ہم آپکے پیچھے ہیں تو آپ نماز میں جلدی کرنے لگے پھر اندر تشریف لیگئے پھر ایسی نماز پڑھی جیسی ہمارے سامنے نہ پڑھی تھی یعنے لمبی نماز صبح کو مینے عرض کیا۔ آپکو معلوم ہوا تھا ہم پیچھے ہیں فرمایا اسی لئے تو مینے ویسا کیا۔ یعنے جلدی جلدی وہ دوگانہ ختم کر دیا۔ گویا آپنے ان نوافل تہجد کو تنہا پڑھنا افضل سمجھا اور نہ پسند فرمایا کہ باجماعت ادا ہوں۔ وقت کا اس حدیث سے پتہ نہیں لگتا۔ مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر رات ہی ہوگی اور اسوقت کئی لوگ مسجد میں تہجد پڑھنے آئے ہونگے۔

(**دوسری حدیث**) (عن عائشۃ قالت صلّٰی رسول اللہ صلعم فی المسجد فصلّٰی بصلٰوتہ ناس کثیر ثم صلّٰی من القابلۃ فکثروا ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ فلم یخرج الیھم فلما اصبح قال قد رایت صنیعکم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الّا انی خشیت ان تفرض علیکم وذلک فی رمضان (اخرجہ الستۃ الا الترمذی) رسول اللہ صلعم نے مسجد میں نماز تہجد پڑھی تو آپ کے ساتھ اکثر لوگوں نے بھی پڑھی۔ پھر دوسری رات بھی پڑھی تو بہت سے آدمی جمع ہو گئے[۱]۔ پھر جب تیسری رات ہو گئی تو بہت ہی کثرت سے لوگ جمع ہوئے مگر آپ اپنی حجرہ (جو مسجد میں بنایا گیا تھا) سے باہر تشریف نہ لائے جب صبح ہوئی تو فرمایا مینے تمام اجتماع دیکھ لیا مگر میں نہ نکلا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے (کیونکہ جب لوگونکی طرف سے استعداد و اہتمام و تیاری دیکھی جائے تو حظیرۃ القدس و عالم ملکوت میں اس چیز کی نسبت قطعی حکم صادر ہونے کی تحریک پیدا ہوتی ہے حضور کا منشاء یہ تھا کہ اگر یہ نماز فرض ہو گئی تو امت جو بلحاظ اپنے حالات کے مختلف طبقوں کی ہے اس فرض کو ادا کرنے سے قاصر رہیگی وان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأً واقوم قیلاً ط

---

[۱] آدمی جمع ہونے کا سبب یہ ہے کہ حضور صلعم رمضان مبارک میں اکثر مسجد ہی میں رہتے تھے۔ جیسا کہ اگلی حدیث سے ثابت ہوگا کہ بالخصوص ان ایام میں جبکہ یہ نماز نوافل باجماعت پڑھی گئی آپ مسجد میں ہی معتکف تھے اور عوام صحابی بھی اکثر مسجد میں پچھلی رات کو آجاتے وہاں رسول اکرم صلعم کو نماز پڑھتے دیکھکر ان کے ساتھ اقتداء کر لیتے بوجہ شدت حرص ثواب کے۔

خداوند کریم خود فرماتا ہے کہ یہ نفل ہی ہے پھر راوی کہتا ہے کہ یہ واقعہ رمضان کا ہے معلوم ہوا کہ حضور نے اس نماز کا باجماعت گروہ کثیر کے ساتھ پڑھنا پسند نہیں فرمایا ہاں تعلیم کے لئے دو تین روز ایسا فرمایا۔ تاکہ انکو نوافل پڑھنے کا طرز معلوم ہو جائے کہ اسقدر ٹھہر ٹھہر کر اس طریق سے پڑھنے چاہئیں۔ چنانچہ ابو ذر اس حدیث کے راوی ہیں صمنا مع رسول اللّٰہ صلعم فلم یقم بنا حتیٰ بقی سبع من الشھر فقام حتیٰ ذھب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسۃ وقام فی الخامسۃ حتی ذھب شطر اللیل فقلنا لہ لو نفلتنا بقیۃ لیلتنا ھذہ فقال انہ من قام مع الامام حتیٰ ینصرف کتب لہ قیام لیلۃ ثم لم یقم بنا حتی بقی ثلث من الشھر فصلی فی الثالثۃ و دعا اھلہ ونساءہ وقام بنا حتیٰ خشینا ان یفوتنا الفلاح (السحور) اخرجہ اصحاب السنن وصححہ الترمذی (ہمنے رسول اکرم صلعم کے ساتھ روزے رکھے پس آپنے ہمکو قیام نہیں کرایا یہاں تک مہینے میں سات راتیں رہ گئیں تو تئیسویں رات کو ہمیں تہائی رات کا قدر قیام کرایا پھر چوبیسوں کو نہیں مگر پچیسویں کو قیام کرایا آدھی رات گزرنے تک ہمنے عرض کیا آرزو تھی کہ بقیہ رات بھی اسی قیام میں گزرتی فرمایا جو امام کے ساتھ قیام کرے فارغ ہونے تک تو اسنے گویا ساری رات قیام کیا پھر ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا۔ یہانتک کہ مہینے سے تین راتیں رہ گئیں۔ اور ستائیسویں رات کو اپنے اہل اور عورتوں کو بلایا اور ہمیں قیام کرایا یہانتک کہ مہینے سے تین راتیں رہ گئیں اور ستائیسویں رات کو اپنے اہل اور عورتوں کو بلایا اور ہمیں قیام کرایا۔ یہانتک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہیں سحری نہ جاتی رہے یعنے دو تہائی رات تک یہ مت سمجھو کہ کوئی علیحدہ نماز تہجد سے پڑھی جاتی بلکہ یہ اسی حکم کی تعمیل تھی نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ یعنے آدھی رات یا آدھی رات سے کم ایک تہائی رات یا آدھی رات سے زیادہ دو تہائی قیام کرو۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں آپکے اس قیام کا جو نماز تہجد کے متعلق ہو ذکر ہے اور اسی میں لکھا ہے کہ تیرے ساتھ ایک گروہ بھی ہے ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک (تیرا رب جانتا ہے کہ تو قیام کرتا ہے دو تہائی کے قریب یا رات کا نصف حصہ یا ایک تہائی حصہ اور ایک اور گروہ بھی جو تمہارے ساتھ ہے (المزمل ۲۶ ۷۹) اور یہ آیات بالاتفاق نماز تہجد کے بارے میں ہیں۔ پھر ایک اور حدیث سنئے تاکہ آپ پر واضح ہو کہ آپنے باجماعت ادا کرنے سے تنہا پڑھنے کو فضیلت دی۔

(عن زید بن ثابت) ان النبی اتخذ حجرۃ فی المسجد من حصیر فصلی فیہا لیالی حتیٰ اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلۃ وظنوا انہ قد نام فجعل بعضہم یتنحنح لیخرج الیہم فقال مازال بکم الذی رایت صنیعکم حتیٰ خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہ فصلوا ایہا الناس فی بیوتکم فان افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا الصلوٰۃ المکتوبۃ (متفق علیہ) دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۶

نبی کریم صلعم نے مسجد میں ایک حجرہ کھجوروں کی شاخوں سے بنا ہوا بنایا۔ اور اسمیں کئی رات نماز پڑھی یہانتک کہ چند آدمی بھی آپ پر جمع ہو جاتے تھے۔ پھر ایکدن آپکی آواز رات کو نہیں آئی۔ اور انہوں نے گمان کیا کہ شاید آپ سوتے ہیں تو لگے کھنکارنے تاکہ آپ انکی طرف تشریف آور ہوں۔ فرمایا میں تمہاری حرکات دیکھتا رہا ہوں مگر میں ڈر گیا کہ یہ نفل فرض نہ ہو جائے اور پھر فرض ہو جائے تو تمہیں (امت محمدیہ) یہ قیام دشوار ہو جائے اور تم قیام نہ کر و پس اے لوگو تم اپنے اپنے گھروں میں پڑھا کرو کیونکہ آدمی کی افضل نماز مکتوبہ کے سوا وہی ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔ (بخاری و مسلم)

یہ سب قیام رمضان کی نسبت ارشاد ہے یہ وہی تہجد کی نماز ہے جس کا اہتمام رمضان المبارک میں زیادہ ہوتا تہا۔ پس اس حکم قطعی کے بعد آپکی وفات و وصال تک اور پھر خلافت ابی بکر اور خلافت عمر میں اسی پر عملدرآمد رہا۔ یعنے لوگ اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیتے شاذ و نادر مسجد میں آگئے اس نماز کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں تہا۔ نماز عشا کے بعد جس وقت کوئی پڑھے اختیار تہا گو تہجد کے معنوں پر نظر کرنے اور نبی اکرم کے عمل پر غور کرنے سے یہی واضح ہوتا کہ افضل طریقہ پچھلی رات تھی۔ مگر ایک حدیث گزر چکی ہے جسے ترمذی نے صحیح کہا کہ نبی کریم نے رات سے پہلے ثلث (تہائی) تک بھی اس نماز کو پڑھا اور اخیر رات میں بھی پڑھایا جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے (عائشۃ) ان رسول اللہ صلعم خرج من جوف اللیل فصلی فی المسجد رجال یصلون بصلوتہ فاصبح الناس یتحدثون بذلک فاجتمع اکثرہم فخرج رسول اللہ صلعم فی اللیلۃ الثالثۃ فصلوا بصلاتہ فاصبح الناس یذکرون ذلک فکثر اہل المسجد من اللیلۃ الثالثۃ فخرج فصلوا بصلاتہ فلما کانت اللیلۃ الرابعۃ عجز المسجد عن اہلہ فلم یخرج الیہم رسول اللہ صلعم حتیٰ خرج لصلوٰۃ الفجر فاقبل علی الناس فقال اما بعد فانہ

لم یخف علی شانکم اللیلۃ ولکنی خشیت ان تفترض علیکم صلوٰۃ اللیل فتعجزوا عنہا (رواہ مسلم) رسول اللہ صلعم آدھی رات کو نکلے اور مسجد میں کچھ مردوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ صبح ان لوگوں نے اس امر کا ذکر کیا تو بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور دوسری رات ان سب نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھی۔ صبح جب انہوں نے بھی ذکر کیا تو تیسری رات کو اور بھی زیادہ لوگ ہو گئے جنہوں نے آپ صلعم کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور چوتھی رات تو اتنے لوگ جمع ہوئے کہ مسجد میں جگہ نہ رہی مگر آپ تشریف نہ لائے۔ صبح کی نماز کے لئے برآمد ہوئے اور فرمایا لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہ میرے آج کی رات تم سے اندیشہ نہ کیا لیکن میں ڈر گیا کہ صلوٰۃ اللیل تم پر فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اس سے عاجز نہ ہو جاؤ (یعنے تم سے نبھ نہ سکے تو فرض کے ادا نکرنے سے گنہگار نہ ہو) یہ حدیث ہدیۃ المہدی فصل رابع مشکوٰۃ میں ہے باب قیام شہر رمضان (رواہ مسلم) دیکھئے یہاں صلوٰۃ اللیل اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ وہی تہجد کی نماز تھی اور آپ نے باجماعت ادا کرنا اسکا پسند نہیں فرمایا۔ اور اسکی وجہ بھی بیان فرما دی پھر اسکے بعد جب حضرت عمر رضہ کا عہد خلافت آیا تو کئی باتیں تھیں۔ ایک طرف تو یہ کہ لوگ سست ہو چلے تھے۔ رمضان المبارک میں بھی وہ اہتمام نہ رہا (اس لحاظ سے بھی ضروری معلوم ہوا کہ ایسے عوام الناس کے لئے باجماعت مسجد میں ادا کرنا مقرر ہو تا کہ ادا میں کسل نہ ہو۔

دوم ایسے لوگ بھی تھے جن کے لئے پچھلی رات کو اٹھ کر پڑھنا واقعی طور سے بوجہ ضعف و نکان و مرض وغیرہ ذالک اشتغال و عذرات کے مشکل و از قسم حرج ضرور تھا پس وہ اس حدیث پر عمل کر کے پہلی رات متفرق طور سے بعد از عشا مسجد میں پڑھ لیتے تھے کہ کچھ تو ثواب ہو جائے

سوم۔ قرآن مجید کی حفاظت از بس ضروری تھی۔ اور چونکہ نیا نیا زمانہ تھا۔ پریس (مطبع) وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اسلئے نہایت ضروری معلوم ہوا کہ اسکی حفاظت کا اہتمام حافظان قرآن کی بہت سی جماعتیں پیدا کرنے سے کیا جائے۔ اور چونکہ یاد رکھکر دل ہی میں رکھنے سے بہت سے غلط الفاظ رہ جانے کا اندیشہ تھا اسلئے مناسب سمجھا گیا کہ عام مجلس میں خاص اہتمام سے سنایا جائے بایں طور کہ ایک قرآن مجید سنائے اور دوسرے پیچھے بغور سنیں اور یہ توجہ نماز کی ماہیت کے سوا اور کسی طرح پیدا ہونی محال تھی۔ پس اس لحاظ سے بھی جماعت کا قیام

ضروری تہا۔ اور پھر اسی قیام کے لئے خود بخود حافظ قرآن بننے کی تحریک پیدا ہوئی ایک معمولی بات تھی اور چونکہ رمضان شریف وہ مہینہ تہا کہ انزل فیہ القرآن اسلئے قرآن سنانے کے لئے یہی ماہ مبارک مخصوص کیا گیا۔ گویا برس دن کی محنت کے اظہار کا ایک وقت و موقعہ مقرر بنگیا اور چونکہ مطلب قرآن سنانا تہا۔ اسلئے رکعتوں کی کوئی خاص تعداد ملحوظ نہیں رکھی۔ اسی لئے اسکے متعلق روایات مختلف ہیں۔

چہارم۔ ایسے لوگ بھی تھے جو اعرابی۔ گنوار اور باہر رہنے والے تھے اور چونکہ ابھی دین نیا نیا تھا اسلئے ایسا موقعہ سال میں کم از کم ایک مہینہ بنانا ضروری ہُوا جس میں وہ آکر تمام قرآن مجید ایک دفعہ سن جائیں۔ تاکہ مختلف مسائل سے آگاہی ہو۔

پنجم۔ نماز تہجد میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے ورتل القرآن ترتیلاً۔ مگر کئی ایسے آدمی تھے۔ جو سوا چند پچھلی سورتوں کے کچھ نہ جانتے تھے۔ ان کے لئے بھی جماعت ہی کو بہتر سمجھا گیا۔ غرض یہ پانچ اور ایسی ایسی مصلحتیں تھیں جن کی وجہ سے حضرت عمر رضہ نے قیام رمضان بجماعت ادا کرنے کی اجازت دی۔ جو بحکم ضرورت تھی۔

میرا یہ مطلب نہیں حضرت عمر رضہ نے یہ حکم اپنی ایجاد سے دیا۔ بلکہ اسوقت کے مناسب حال بہ نظر چند مصالح کے یہی مناسب تہا۔ اور اس حکم کے الفاظ دیکھنے سے نماز تراویح بایں ہیئت ثابت نہیں ہوتی جو اب غیر احمدیوں میں رائج ہے۔ چنانچہ وہ اثر ملاحظہ ہو جو یہ ہے۔

(عن عبد الرحمن بن القاری) قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃً الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوٰتہ الرہط فقال عمر لوجمعت ھٰؤلاء علیٰ قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علیٰ ابیّ بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخریٰ والناس یصلون بصلوٰۃ قارئھم قال عمر نعمت البدعۃ ھٰذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ (رواہ البخاری مشکوٰۃ) عبد الرحمن بن عبد القاری سے روایت ہے کہ میں ایک رات عمر بن خطاب مسجد کی طرف نکلا کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آدمی علیحدہ علیحدہ متفرق ہو کر کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں یعنی کوئی تو منفرد پڑھ رہا ہے اور کسی کے پیچھے

دو چار آدمی بھی کھڑے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ انہیں ایک قاری پر جمع کردوں اور یہ اس سے بہتر ہوگا (کیونکہ یہ امر اتفاق سے خلاف ہے اور اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کچھ جماعت کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور کچھ منفرد) پھر یہ ارادہ پختہ کرکے انکو ابی کعب پر جمع کردیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر میں آپ کے ساتھ دوسری رات نکلا تو دیکھا کہ لوگ ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ عمرؓ نے فرمایا کہ یہ ہے تو نیا طریقہ (یعنے زمانہ خلافت ابوبکرؓ میں اسطرح باجماعت نہیں پڑھتے تھے) مگر اسمیں کوئی برائی نہیں) ہے اچھا ہی اور جو لوگ اس نماز سے سو رہتے ہیں (یعنے سونے کے بعد پچھلی رات پڑھتے ہیں) وہ افضل ہے جو اب قیام کرتے ہیں مراد یہ تھی کہ پچھلی رات پڑھنا افضل ہے۔ اور لوگ پہلی رات قیام کرتے تھے (بخاری نے اسکو روایت کیا) اس اثر پر غور کی نظر کرنے سے ظاہر ہوگا کہ آپ نے باجماعت مسجد میں پڑھنے کا حکم کس صورت میں دیا یعنے خاص اہتمام نہیں دیا کہ جو لوگ گھروں میں پڑھتے ہیں وہ ضروری سمجھکر جماعت میں شریک ہوں بلکہ وہ متفرق پڑھتے (اور وہ بھی بایں طور کہ بعض باجماعت اور بعض منفرد پڑھیں) کی رسم کو مٹانے کے لئے ایسا کیا اور نیز وہ مصالح مدنظر تھے جو ہمنے پہلے بیان کئے اور پھر دیکھو آپ آخر اللیل پڑھنے کو افضل فرماتے ہیں۔ اور خود بھی اسی لئے شریک نہیں ہوئے کہ اس طرح آخر اللیل پڑھنے کی فضیلت فوت ہوتی تھی۔ اور یہ طریق صرف عوام الناس کے لئے تھا۔ یہ ہیں قیام رمضان کے متعلق تمام احادیث اور اسی پر عمل ہے ہماری جماعت کا۔ کہ جو لوگ پچھلی رات اٹھکر پڑھ سکتے ہیں اور قرآن مجید جانتے ہیں تو انکو چاہئے کہ پچھلی رات اٹھکر جس قدر رکعتیں ذوق و حضور دل سے میسر ہوں پڑھیں اور اپنا طرز عمل اسی طرح بنائیں یعنے ان تمام طریقوں میں سے جو مروی از نبی اکرمؐ ہیں جونسے طریقے سے چاہیں پڑھیں اور اس حدیث پر عمل کرنے کا ثواب پائیں جو پہلے لکھی گئی کہ صلوا ایھا الناس فی بیوتکم اور جو پچھلی رات نہیں اٹھ سکتے یا پڑھ سکتے یا سوا قل ھو اللّٰہ کے کچھ نہیں جانتے وہ اگر پہلی رات باجماعت پڑھ لیں تو ثواب سے محروم نہیں بلکہ بالکل نہ پڑھنے والوں سے تو ہزار درجہ اچھے ہیں۔ اسی طرح یوں بھی کرتے ہیں کہ پچھلی رات اٹھکر باجماعت اسلئے ادا کرتے ہیں کہ حافظ سے قرآن مجید سن سکیں ورنہ تنہا ہی اور چاہیئے کہ گیارہ رکعت مع وتر پڑھیں کہ سنت ہو کیونکہ نبی اتنی رکعت ہی ثابت ہے اور اتنی رکعتوں کے قیام کا ہی حضرت عمرؓ نے بھی امر فرمایا تھا اور حضرت عایشہؓ کی حدیث

سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ اس سے زیادہ پڑھنا ممنوع ہے نماز پڑھنے سے کون روکے صرف بات یہ ہے کہ اس طریق سے پڑھنا کہ رکوع سجدہ - قیام - قومہ - سنت طریق سے ادا نہ ہو - یہ واقعی ممنوع ہے اور ایسی نماز بجائے ثواب کے گناہ عظیم کا موجب ہو جاتی ہے دوم - نبی کریم صلعم سے بڑھکر عبادت کرنا بھی خلاف طریقہ نبوی ہے (انس) جاء ثلثة رھط الی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسالون عن عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا بہا کانہم تقالوھا الی ان قال - قال النبی صلعم فمن رغب عن سنتی فلیس منی (تین شخص ازواج النبی کے پاس نبی صلعم کی عبادت پوچھنے آئے جب انہوں نے اس عبادت کی خبر دی تو گویا بہت کم سمجھا اسپر نبی صلعم کا قول سنایا گیا جو میری سنت یعنے میرے طریقہ سے ہٹے وہ مجھ سے نہیں - شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا -

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ٭ و لیکن میفزائے بر مصطفےٰ

ہاں قرآن شریف کو جلد ختم کرنے کے لئے صحابہ کرام نے اگر رکعات زیادہ پڑھی بطور نفل تو اسمیں سنت مؤکدہ ہونے کا ثبوت نہیں ملتا - اب میں پہلے حضرت عائشہ کی حدیث لکھتا ہوں جو یہ ہے (عائشہ) رضی اللہ عنہا قالت ما کان رسول اللہ صلعم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ الخ (متفق علیہ بلوغ المرام) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں پر زیادہ نہ فرماتے تھے - اسپر اعتراض کیا گیا ہے کہ آپ سے اس سے زیادہ رکعتیں بھی مروی ہیں یعنے تیرہ رکعتیں چنانچہ زید خالد الجھنی سے روایت ہے دیکھو مشکوۃ باب صلوۃ اللیل ثم اوتر فذلک ثلث عشرۃ رکعۃ (رواہ مسلم) اور ایسا ہی ابن عباس سے صحیحین میں تو یہ کچھ مضائقہ نہیں - جس قدر رکعتیں نبی کریم صلعم سے آگئی ہیں وہ پڑھ لے - غالب عمل تو یہی ہے کہ آپ گیارہ رکعت ہی پڑھتے اور کبھی تیرہ بھی - پس قیام رمضان میں بھی کبھی تیرہ پڑھ لے تو مضائقہ نہیں - نیز ان دو پر تو سنت فجر کا گمان بھی ہے جیسا کہ مشکوۃ میں ہے (عائشہ) کان النبی صلعم یصلی من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ منہا الوتر و رکعتا

الفجر (رواہ مسلم) نبی صلعم تیرہ رکعتیں پڑھتے جن میں وتر اور فجر کی دو رکعتیں شامل ہوتیں۔ پھر ایک اور روایت ہے (عائشہ) کان النبی صلعم یصلّی فیما بین ان یخرج من صلوٰۃ العشاء الی الفجر احدیٰ عشرۃ رکعۃ یسلم من کل رکعتین۔ نبی صلعم عشا سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک کسی وقت میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اب دیکھئے حضرت عمرؓ نے کتنی رکعت کے اقامت کا حکم دیا (عن السائب بن یزید) قال امر عمر ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للنّاس فی رمضان باحدیٰ عشرۃ رکعۃ فکان القاری یقرء بالمئین حتی کنا نعتمد علی العصا من طول القیام فما کنا ننصرف الّا فی فروع الفجر (رواہ مالک) دیکھو مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان۔ عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ رمضان شریف میں گیارہ رکعتوں کے ساتھ لوگوں کو قیام کرائیں۔ قاری سو سو آیت پڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم طول قیام سے تھک کر عصا پر سہارا لگاتے۔ اور فجر کے اوائل میں واپس جاتے۔ یہ روایت موطا کے امام مالک میں ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے (عن السائب بن یزید) انہ قال۔ قال عمر بن الخطاب لابی بن کعب وسلیمان بن ابی حشمہ ان یقوما للناس باحدیٰ عشر رکعۃ۔ عمر بن خطاب نے ابی بن کعب اور سلیمان بن ابی حشمہ کو کہا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت سے قیام کرائیں۔ اور سنن سعید بن منصور حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنی محمد بن یوسف سمعت السائب بن یزید یقول کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدیٰ عشر رکعۃ۔ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب کے زمانے میں گیارہ رکعت سے قیام کیا کرتے تھے اور قیام لیل مصنفہ محمد بن نصر المروزی میں ہے حدثنا محمد بن اسحٰق حدثنی محمد بن یوسف عن جدہ السائب بن یزید قال کنا نصلّی فی زمن عمر فی رمضان ثلث عشرہ رکعۃ۔ سائب بن یزید کہتا ہے ہم عمرؓ کے زمانے میں رمضان کے مہینے تیرہ رکعت گذارتے تھے (مثلی میں یہ دو روایتیں موجود ہیں) بیشک ۲۳ رکعتوں کی بھی ایک دو روایتیں

لہ مالک عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی سلیمہ بن عبد الرحمن بن عوف انہ سال عائشہ زوج النبی صلعم کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلعم فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃ۔

بیان ہوئی ہیں مگر وہ قابلِ احتجاج نہیں خود بیس رکعت پڑھنے والوں کے ائمہ بھی اسے ضعیف ٹھہراتے ہیں چنانچہ ایک روایت تو یزید بن رومان کی ہے قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ کہ لوگ عمر کے زمانہ خلافت میں بماہ رمضان ۲۳ رکعت سے قیام کرتے اسکے متعلق کبیری شرح منیۃ المصلیٰ حنفیوں کی مُعتبر کتاب میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ یزید بن رومان نے حضرت عمر کو نہیں پایا۔ پس یہ کیونکر حجت ہو سکتی ہے۔ ہاں صاحب محلی نے گیارہ رکعت کی روایت کی یہ تاویل بھی کر دی ہے کہ وہ پہلے گیارہ رکعت ہی پڑھتے تھے مگر پھر امر بیس رکعت پر مستقر ہو گیا یہ ایک خیالی بات ہے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں مختلف آثار کو دیکھ کر کیوں اسطرح نہیں ہو سکتا کہ پہلے احیاناً و ضرورتاً بیس رکعت سے قیام ہوتا ہو۔ پھر گیارہ رکعت مقرر ہو گئیں اور ہم کئی وجوہ سے اس روایت کو آثار کے مختلف ہونے کی صورت میں ترجیح دیتے ہیں کیونکہ گیارہ رکعت نبی اکرم صلعم سے فریقین کے نزدیک ثابت ہیں۔ اور ان میں کچھ بھی شک نہیں برخلاف بیس کے کہ انکا نبی کریم صلعم یا حضرت ابوبکر یا خلافت حضرت عمر رض سے تو ہرگز ہرگز ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں گیارہ رکعت کے ادا کرنے میں اتباع نبوی کے ساتھ اتباع صحابہ بھی ہاتھ سے نہیں جاتا۔ اور دوسری صورت میں قطع نظر اس کے کہ اتباع صحابہ بھی مشکوک ہے اتباع نبوی بھی ہاتھ سے گیا۔ شاید بعض لوگ کہیں (چنانچہ کہتے بھی ہیں) کہ بیس رکعت کے پڑھنے میں گیارہ رکعت بھی ادا ہو جائے گی لیکن شاید انکو معلوم نہیں کہ نماز کی ہیئت کو بھی نماز کی تکمیل و اتمام و صحت میں پورا پورا دخل ہے۔ کیا اگر کوئی شام کے وقت چار رکعت دیدہ دانستہ پڑھ لے تو اسکے تین فرض ادا ہو جائینگے نہیں بس اسی طرح بیس پڑھنے سے گیارہ کا ادا ہونا درست نہیں اور یوں کبھی کسی نے نیت نہیں کی کہ پہلی بارہ کو سنت صحابہ قرار دیکر پڑھے اور پھر گیارہ سنت نبوی کر کے اور انکے ائمہ سلف کا بھی قول اسکے خلاف ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں لکھا ہے کون المسنون منھا ثمانیۃ والباقی مستحبًا یعنے مستحب پچھلا حصہ رکعتوں کا ہے نہ کہ پہلی۔ پھر اس بات کا ثبوت بھی مشکل ہے کہ صحابہ نے پہلے بارہ کو اپنی زیادات سے ٹھہرایا۔ اور بیس رکعت کو شفع شفع کر کے ادا کریگا۔ تو اس سے گیارہ رکعت جو وتر ہیں ادا نہ ہونگے یہ مت کہو۔ کہ ان گیا

ہیں آٹھ قیام رمضان میں کہ رسول اکرم صلعم نے اس نماز کو بہیئت مجموعی وتر فرمایا (عن جابر
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فی شہر رمضان ثم انتظروا من القابلۃ
فلم یخرج وقال انی خشیت ان یکتب علیکم الوتر (رسول اللہ صلعم نے شہر رمضان
میں قیام کیا پھر دوسری رات لوگوں نے انتظار کیا۔ مگر آپ باہر تشریف نہ لائے اور فرمایا میں
ڈر گیا کہ تم پر یہ وتر فرض نہ ہو جائے دیکھئے یہاں قیام رمضان کو وتر فرمایا۔ پھر دوسری حدیث ابن عباس
سے ہے جس کے متفق علیہ ضعف کا مصنف فتح القدیر (حنفیوں کے قبلہ و پیر) نے خود اقرار کر لیا ہے چنانچہ
لکھا ہے واما ما روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ . . . . من حدیث ابن عباس
انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر
فضعیف بابی شیبۃ ابراہیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبۃ متفق
علی ضعفہ مع مخالفتہ للصحیح یعنی یہ حدیث ابی شیبہ کے واسطے ضعیف ہے اسکے ضعف پر
ائمہ حدیث کا اتفاق ہے اور صحیح روایات کے بالکل مخالف ہے چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں
ہے وابو شیبۃ ہو ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی قاضی واسط جد ابی بکر بن
ابی شیبۃ کذبہ شعبۃ (شعبہ نے اسے کاذب کہا) وضعفہ احمد وابن معین والبخاری
والنسائی وغیرہم (اور ان بزرگوں نے ضعیف کہا) واورد لہ ابن عدی ہذا الحدیث
فی الکامل فی مناکیرہ اور ابن عدی نے مناکیر حدیث سے اسے گنا اور تہذیب الکمال مصنفہ
ابی حجاج میں لکھا ہے۔ ابو شیبۃ لہ مناکیر (اسکی منکر احادیث بھی ہیں) منہا حدیثا انہ کان یصلی
فی رمضان عشرین رکعۃ یعنی یہ حدیث بھی انہی مناکیر سے ہے جو اس نے روایت کی
وقد ضعفہ اور ضعیف کیا اسے احمد بن معین والبخاری والنسائی و ابو حاتم الرازی وابن عدی
وابوداؤد والترمذی والاحوص بن الفضل الملائی وقال الترمذی فیہ منکر الحدیث
پھر لکھا ہے اس کتاب میں کہ معاذ عنبری کہتا ہے یعنے شعبہ سے بذریعہ خط پوچھا ابراہیم سے
روایت کروں تو فرمایا لا ترو عنہ فانہ رجل مذموم (نہ روایت کر کہ وہ بد شخص ہے) اور
فتح المنان میں بہت خوب لکھا ہے اسنادہ ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ
وکانت اعلم بحال النبی صلعم من غیرہا یعنے یہ باوجود ضعیف الاسناد ہونے کے حدیث

عایشہ کے خلاف ہے جو نبی صلعم کے حال کی سب سے زیادہ واقف تھیں پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دوسری حدیثوں سے اسکو تقویت پہنچتی ہے۔ اور فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے ایسے لوگونکو واضح ہو کہ عمل کا جواز اور بات ہے اور اسکا سنت مؤکدہ یا وجوب اور بات ہے۔ محض نماز سے کون روکتا ہے مطلب یہ ہے کہ اسقدر کے تارک کو ملامت کرتا کیونکر جائز ہے نیز اسکی مراد کچھ اور ہے جو یہ لوگ نہیں سمجھے مطلب تو یہ تہا کہ جو عمل مشروع ثابت ہو جائے اسکی فضیلت ضعیف حدیث سے بیان کیجا سکتی ہے نہ یہ کہ جو عمل بہتر ہو وہ ضعیف حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ کچھ فضیلتیں صحیح حدیث سے ثابت ہوں تو کچھ ضعیف احادیث سے بھی اسکے متعلق بیان کردیں تو جائز ہے اسی لئے فضائل اعمال فرمایا۔

جب اس طرح بھی کچھ نہیں بنتا تو اپنا اخیری ہتھیار اجماع پیش کرتے ہیں میں نے بارہا آزمایا ہے کہ جب ان لوگوں کی کوئی دلیل کتاب و سنت و حدیث صحیح سے نہیں ملتی (اور اکثر نہیں ملتی) تو کہدیتے ہیں۔ اسپر اجماع ہے وہ اپنی کتابوں میں پہلے اجماع کی تعریف تو دیکھیں اور پھر یہ خیال بھی کریں کہ کیا سنت صحیحہ یا آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ غرض نصوص صریحہ کے خلاف بھی اجماع جائز ہو سکتا ہے ایک طرف اس بات پر ایمان ہے کہ نبی کریم گیارہ رکعت پڑھتے اور پھر یہ کہ آپ صلعم و ابو بکر رض صدیق و صدر خلافت فاروق میں صحابہ کرام کا بھی یہی عملدرآمد رہا پھر باوجود ایسی صحیح و صریح شہادت کے جس سے کوئی وجہ مفر نہیں کہتے ہیں کہ تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے ذرا اجماع ثابت تو کریں اول تو حضرت نبی کریم کا ارشاد کہ گھروں میں پڑھو۔۔ اور پھر گیارہ رکعت ہمیشہ پڑھنا اسکے خلاف ہے اور آپ صلعم لقولہ تعالیٰ ان ابراهيم كان امة ط سب کے مقابلہ میں بمنزلہ جماعت ہیں۔ دوم شروط اجماع میں لکھا ہے خلاف الواحد مانع یعنے ایک کا خلاف بھی انعقاد اجماع کا مانع ہے اور یہاں تو خود نبی اکرم صلعم پھر صدیق اکبر کا خلاف مسلم مخالفین ہے اسکے بعد مذاہب اربعہ کا مختلف عمل ہی دیکھو اور مختلف معتبر حنفی کتب کا مطالعہ ہی کرو کہ بیس رکعت کو سنت مؤکدہ تو کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ ہاں گیارہ کا سب کو اقرار ہے اگر بیس پر اجماع ہو جاتا تو یہ روایات نہ ہوتیں۔ شیخ عبدالحق رح ما ثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں قال مالك ويروى عن الشافعي ايضا (مالک نے کہا اور شافعی سے بھی یہی روایت کیا گیا) انتہا

ست وثلثون اوتسع وثلثون مع الوتر وھو عمل اھل المدینۃ خاصۃً
× × × واستمر عادتہم علیٰ ذٰلک الی الاٰن کہ ۳۶ یا ۳۹ رکعت مع وتر ہے۔ اور
یہی بالخصوص اہل مدینہ کا عمل ہے۔ اور یہی اب تک انکا معمول ہے وقد یروی ذٰلک
عن عمر وعلی لکنہ غیر مشہور عنہما اور حضرت عمرؓ وعلیؓ سے بھی ایسا ہی روایت کیا جاتا
ہے اور کبیری میں ہے وعند مالک رحمہ اللہ نعم ست وثلثون رکعۃ احتجاجاً
بعمل اھل المدینۃ اور دراسات اللبیب میں لکھا ہے ان عمل اھل المدینۃ
المطھرۃ حجۃ من اقوی الحجج عندنا ونری الامر فیما طریقۃ النقل من ذٰلک علیٰ
ما یری الامام الاکبر عالم المدینۃ مالکؒ ابن انس الاصبحی من ان اجتماع اھل
المدینۃ حجۃ (کہ اہل مدینہ منورہ کا عمل بہت بڑی قوی حجت ہے) واضح ہو کہ یہ روایت
مینے صرف اجماع کو توڑنے کے لئے نقل کی ہے اور ہمپر کچھ حجت نہیں ہوسکتی کیونکہ ہم مرفوع
صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی اجماع وقول غیر ماثور کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسکے علاوہ مندرجہ ذیل
کتب کی عبارات ملاحظہ ہوں (حدیث مشکوٰۃ) عن الاعرج قال ما ادرکنا الناس الا وھم
یلعنون الکفرۃ فی رمضان (ہم ہمیشہ صحابہ کو رمضان کے وتروں میں لعنت بھیجتے پایا
قال وکان القاری یقرء سورۃ البقرۃ فی ثمانی رکعات واذا قام بھا فی ثنتی
عشرۃ رکعۃ رای الناس انہ قد خفّف (رواہ مالک) اور قاری آٹھ رکعت میں سورہ
بقر پڑھتا تھا۔ اور جب بارہ رکعت میں اس سورہ سے قیام کرتا تو لوگ سمجھتے بہت کچھ تخفیف
کی (ب) حنفیوں کے قبلہ وکعبہ امام ابن ہمّام اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں فحصّل من ھٰذا
کلّہ ان قیام رمضان سنۃ احدی عشرۃ بالوتر فی جماعۃ فعلہ علیہ السلام وترکہ
بعذر افاد انہ لولا خشیت ذٰلک لواظبت ولاشک فی تحقیق الامر ذٰلک بوفاتہ
صلی اللہ علیہ وسلّم فیکون سنۃ وکونھا عشرین سنۃ الخلفاء الراشدین ندب
الی سنتہم ولا یستلزم کون ذٰلک سنۃ اذ السنۃ ما واظبہ بنفسہ الا بعذر
وبتقدیر عدم ذٰلک العذر انما استقدنا انہ کان یواظب علیٰ ما وقع منہ وھو
ما ذکرنا فیکون عشرون مستحبا ذٰلک القدر منہا ھو السنۃ کالاربعۃ بعد العشاء

مستحبۃ و رکعتان منہا سنۃ وظاہر کلام المشائخ ان السنۃ عشرون ومقتضی الدلیل ما قلنا فالاولیٰ حینئذ ہو عبارۃ القدوری من قولہ مستحب یعنی اس تمام بحث سے یہ حاصل ہوا کہ قیام رمضان وتر کے ساتھ گیارہ رکعت سنت ہے جو علیہ السلام نے بھی کیا اور عذر سے چھوڑ دیا۔ اگر فرضیت کا خوف نہ ہوتا تو آپ اسپر مواظبت فرماتے۔

بس گیارہ رکعت سنت ہوئیں

اور بیس رکعت سنت خلفاء الراشدین جو کہتے ہیں لقولہ علیہ السلام میری سنت وسنت خلفاء راشدین کو لازم پکڑو۔ تو یہ انکی سنت کی طرف بلاہت ہے۔ اس امر مندوب کو سنت نہیں کر دیتا کیونکہ سنت وہی ہے جس پر آپ صلعم نے مواظبت بنفسہ فرمائی ہو (ہاں عذر سے چھوڑی تو یہ دوسری بات ہے) اور اگر عذر نہ ہوتا تبھی حاصل ہوتا ہے کہ آپ اسی مقدار پر مواظبت فرماتے جسقدر کہ آپ سے واقع ہوا (یعنے گیارہ رکعت) جو ہمنے ذکر کیا پس بیس رکعت مستحب ٹھہریں۔ اور اس میں سے گیارہ رکعت سنت جیسے عشاء کی چار تو مستحب ہیں اور دو رکعت اس سے سنت ہیں ظاہر کلام مشائخ سنت ہے مگر دلیل اسی کی مقتضی ہے کہ مستحب کہا جائے۔ پس مستحب کہنا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔ بس حضرت اب آپکو معلوم ہوئی اس بات کی حقیقت کہ بیس کے سنت ہونے پر اجماع ہوچکا ہے اس سے آگے سنئے مرقاۃ شرح مشکوٰہ اعلم انہ لم یوقت رسول اللہ صلعم فی التراویح عدداً معیناً بل لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ لکن کان یطیل الرکعات (کہ رسول اللہ صلعم نے تراویح کا کوئی عدد معین نہیں کیا ہاں رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں رکعتیں لمبی کرتے تھے) پھر لکھا فکان طائفۃ من السلف یقومون باربعین رکعۃ ویوترون بثلث وآخرون بست وثلثین بثلث وہذا اکلہ حسن اور سلف سے ایک طائفہ چالیس رکعتوں سے قیام کرتا اور تین وتر اور دوسرا طائفہ ۳۶ رکعت اور یہ سب اچھا ہے اس سے بھی اجماع بیس رکعت کی حقیقت معلوم ہوئی یہ بھی یاد رہے کہ اسنے گیارہ رکعت کے نبی اکرم صلعم سے ثابت ہونیکا اقرار کر لیا۔ زیادہ اپنی ضرورت وطاقت کے مطابق ہے جس سے منع ہم بھی نہیں کرتے ہاں

۱؎ اب یہ تو قیامت تک ثابت نہ ہوگا کہ آپ صلعم نے یا حضرت صدیق اکبر نے بیس رکعت پڑھائیں ۱۲

اِس سنّت زدگی سے منع کرتے ہیں (۳) اور نفحات رشیدی میں ہے ۔ فاختار بعضھم عشرین رکعۃ سوی الوتر واستحسن
بعضھم ستا وثلثین رکعۃ (بعض نے بیس رکعت بعض نے چھتیس رکعت کو اچھا جانا) بیس رکعت پر اجماع کی حقیقت
کھل گئی ۔ اب سنیئے مصنف لکھتا ہے فان کان لابد من الاقتداء فالاقتداء برسول اللہ صلعم فی ذلک احسن
(یعنی جب تعداد رکعت میں اختلاف ہے تو اقتداء کے وقت رسول اللہ صلعم سے اقتدار بہتر ہے) فان ثبت عنہ صلے اللہ
علیہم انہ ما زاد علی احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر شیئًا لا فی رمضان ولا فی غیرہ الا انہ کان یطولھا
فھذا ھو الذی اختار والجمع بین قیام رمضان والاقتداء برسول اللہ صلعم قال اللہ تعالیٰ لقد کان
فیکم رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پس آپ صلعم سے ثابت ہے کہ رمضان یا غیر رمضان میں آپنے گیارہ رکعت سے نہیں
بڑھایا ۔ ہاں رکعتیں لمبی کرتے یہی میرا مختار ہے کہ اسمیں قیام رمضان اور اقتدار رسول میں جمع ہے اور فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے
لیئے ہے رسول اللہ میں پیروی عمدہ ۔ پھر دیکھو بحر الرائق میں لکھا ہے ذکر المحقق فی فتح القدیر ما حاصلہ
ان الدلیل یقتضی ان یکون السنۃ من العشرین ما فعلہ صلعم منھا ۔ والباقی مستحبًا وقد ثبت ان
ذلک کان احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر کما ثبت بالصحیحین من حدیث عائشۃ فاذًا یکون المسنون
علی اصول مشائخنا ثمانیۃ منھا والمستحب اثنا عشرۃ رکعۃ ۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیس رکعت سے سنت اتنی
ہیں ۔ جو نبی اکرم صلعم نے خود پڑھیں ۔ باقی مستحب اور گیارہ رکعت آپ صلعم سے صحیحین میں ثابت ہے پس سنت ۸ رکعت ہی
ہیں ۔ اور طحطاوی شرح در المختار میں یہی عبارت مذکورہ بالا بعینہٖ درج ہے ۔ اور نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار نے لکھا ہے ۔ کہ
قیام رمضان کا مشروع ہونا احادیث سے ثابت ہے ۔ اور صلوٰۃ با جماعت و منفرد دونو طرح ثابت ہے ۔ فقصر الصلوٰۃ
المسماۃ بالتراویح علے عدد معین وتخصیصھا القراءۃ مخصوصۃ لم ترد بہ سنۃ کہ تراویح کے لئے رکعت کا مقرر کرنا
اور قرأت کا مخصوص کرنا اسپر سنت وارد نہیں ہوتی ۔ گویا اجماع صحابہ بیس رکعت پر ثابت نہیں ہوا ۔ ادھر امام سیوطی ۔ رسالہ
تراویح میں لکھتے ہیں قال ابن الجوزی من اصحابنا عن مالک انہ قال الذی جمع علیہ الناس عمر بن الخطاب احب
الی وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلوٰۃ رسول اللہ صلعم قیل لہ احدی عشرہ رکعۃ بالوتر قال نعم وثلث عشر قریب
منہ قال ولا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر ۔ کہ لوگوں کو عمر بن الخطاب نے جس عدد پر جمع کیا ہے وہ گیارہ رکعت
ہے اور یہی مجھے زیادہ محبوب ہے اور یہی رسول اللہ صلعم کی نماز تھی ۔ پوچھا گیا وتر سمیت گیارہ ۔ کہا ہاں اور تیرہ رکعت قریب اس سے ہے
اور نہیں معلوم کہ یہ زیادہ رکعتیں کہاں سے ایجاد کر لی گئیں بس حضرت اجماع کی حقیقت تو کھل گئی ۔ اب آپکی ایک حدیث رہ گئی جسپر مجھے
غائر نظر ڈالنا ہے وہ کونسی ہے ؟ یہ کہ : علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا

بالنواجذ (احمد۔ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ یعنی میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر رہو۔ اور اس پر متمسک رہو۔ اور اچھی طرح پکڑے رکھو ہمیں کہا جاتا ہے۔ کہ جب حضرت عمر رض وغیرہ نے ۲۰ رکعت کا حکم دیا۔ تو بیس کا سنت ہونا ثابت ہو گیا۔

(۱) ہم اس پر مفصل بحث کر آئے ہیں۔ کہ حضرت عمر رض سے بیس رکعت کا حکم ثابت نہیں ہوتا یزید بن رومان کی حدیث حجت نہیں ہے۔ اسکے علاوہ دوسرے آثار خصوصاً جب ان کے خلاف مرفوع صحیح احادیث موجود ہیں۔ (۲) پھر خلفاء الراشدین کی سنت ہونے سے بیس رکعت کا سنت ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر لکھدیا ہے۔ قولہ علیہ السلام علیکم بسنتی ندب الی سنتھم ولا یستلزم کون ذالک سنۃ اذ السنۃ ما واظبہ بنفسہ یعنی سنت تو وہ ہے جس پر آپ نے خود مداومت کی ہو۔ اور یہ تو مسلمہ فریقین ہے۔ کہ آپ صلعم نے بیس رکعت پر مواظبت چھوڑ ایک دفعہ بھی ایسا نہیں فرمایا۔ (۳) پھر یہ خلفاء راشدین کی سنت بھی ثابت نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ سنت کی تعریف فتح القدیر میں ہے السنۃ ما واظبہ بنفسہ (سنت وہ ہے جس پر بنفسہ مواظبت (ہمیشگی) کریں۔ آپ صلعم) اور ایسا ہی شرح وقایہ میں ہے السنۃ ما واظب علیہ النبی محمد مع الترک احیاناً (سنت وہ ہے جس پر نبی صلعم نے مواظبت کی اور کبھی شاذ و نادر ترک کیا۔) اسی بنا پر سنت خلفاء وہ ہوگی۔ جسکو وہ بذاتہ و بنفسہ اپنے فعل میں لائے۔ اب کوئی بیس رکعت پڑھنے والا ثابت کرے۔ کہ خلفاء راشدین میں سے کسی ایک نے بھی بیس رکعت قیام رمضان بجماعت یا منفرد ہی سہی پڑھی ہو۔ ہمیرے دوستو! ہم تو بخاری کے معتبر اثر میں پڑھتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رض ایک قاری پر جمع کرکے آپ تشریف لے گئے۔ ایسا ہی دوسرے دن جس سے معلوم ہوا کہ ایسا حکم کسی خاص عذر و ضرورت کی بنا پر تھا۔ ایسا ہی حضرت عثمان و علی و دیگر خلفاء راشدین سے بیس ثابت نہیں۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ سنت بلحاظ تقریر و تجویز ہے یعنی انہوں نے ایسا کرنا جائز رکھا یا کرتے ہوئے دیکھکر خاموش رہے۔ اول تو اسکا ثبوت درکار ہے جو مخالفین ہرگز ہرگز نہیں دے سکتے دوم یہ واضح رہے کہ خلفاء راشدین کو منصب تشریع (شریعت ایجاد کرنے کا) ہرگز نہیں۔ پس وہ اسی سنت پر کاربند ہو سکتے ہیں۔ اور اسی کی اجازت دے سکتے ہیں جو نبی اکرم سے ثابت ہوا۔ اور یہاں ان کا اجازت دینا اس امر کے سنت ہونے کا ثبوت بھی نہیں جائز ہے مستحب ہو یا مباح۔ خصوصاً خود ان کا شامل نہ ہونا اول شب در بایں ہیئت مخصوصہ پڑھنے کے عدم سنیت کا ثبوت ہے۔ اگر یہ امر ہتم بالشان ہوتا۔ یا ترک پر کچھ عذاب عذاب تو خلفاء کبھی ایسا نہ کرتے اور پھر عدم سنیت دلالۃً ہی نہیں بلکہ حضرت عمر رض نے تو صاف فرمادیا نعمت البدعۃ ھذہ اور یہاں اذان کی مثال بھی نہیں دے سکتے۔ کہ سنت ہے مگر نبی اکرم صلعم نے خود اذان نہیں کہی کیونکہ اذان ایسا امر سنت ہے جسمیں سب کا شمول ضروری نہیں۔ اور ہر فرد پر لازم نہیں۔ اسی لیے اتخذ موذناً کا حکم ہے۔ کہ ایک موذن قرار دے لو۔ برخلاف اس کے قیام رمضان ایسی

سنت نہیں جس بزعم مخالفین کہ اسکی جماعت میں سب کا شامل ہونا ضروری ہو اور بلا عذر اس کے شمول کے ترک سے ترک سنت لازم نہ آئے۔ اور یہ جو دوسری احادیث میں ہے۔ کہ صحابہ کا اقتدا کرو تو اس سے یہ مراد ہے۔ کہ جیسی انہوں نے نبی اکرم صلعم کی تابعداری کی ویسی تم بھی کرو۔ فرداً فرداً ہر ایک کا قول و فعل حجت نہیں جبتک کوئی ثبوت ساتھ کتاب و رسول سے نہ ہو۔ چنانچہ مسک الختام میں ہے نیست مراد بسنت خلفاء راشدین مگر طریقہ ایشاں کہ موافق طریقہ آنحضرت باشد۔ یا آنکہ صحابہ رضی اللہ عنہ خلاف کردہ اند شیخین را در مواضع و مسائل بس دلالت کرد۔ بر ایں کہ حمل نکردند۔ ایشاں حدیث را بر حجت بودن قول و فعل او:۔

یہاں چند واقعات لکھے جاتے ہیں۔ جن سے معلوم ہو کہ خلیفۂ واحد کا قول کسی صحابی نے حجت نہیں سمجھا چنانچہ دیکھیے حضرت عمرؓ نے جنبی کو تیمم کی اجازت نہ دی۔ آپ نے مفقود الخبر کے چار سال گذرنے پر اس کی زوجہ کو نکاح ثانی کی اجازت دی حنفی اسپر عمل نہیں کرتے۔ آپ نے مہر کثیر سے منع کیا۔ مگر اسکو قبول نہیں کیا گیا۔ بوجہ آیت نص صریح و آتیتم احدھن قنطاراً پھر دیکھو قرآن مجید کے جمع کرنے پر جبکہ دو خلیفے متفق الرائے ہو گئے۔ کیف تفعلون شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر دیکھو ابن عمر تمتع کے قائل اور عمر منع فرماتے تھے۔ مگر آپ نے اپنے والد کے برخلاف فتویٰ دیا۔ (۴) پھر دیکھو توضیح تلویح کہ اس میں ہے المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ کانت الثانیۃ عین الاولیٰ معرفت کا جب اعادہ کیا جائے۔ تو دوسرا عین پہلے کا ہوتا ہے۔ اب دیکھیے سُنتی بھی معرفہ ہے۔ اور سنۃ الخلفاء بھی معرفہ معادہ پس یہ عین پہلے کا ہُوا۔ گویا سُنتی اور سنۃ الخلفاء ایک ہی چیز ہے۔ اور ان میں ہرگز مغایرت نہیں یعنی اسی سنت خلفاء پر کاربند ہونا واجب ہے۔ جو نبی اکرم صلعم کی سنت ہو اور یہ مخالفین ہرگز نہیں ثابت کر سکتے۔ کہ آپ صلعم نے بیس ۲۰ رکعت کو با جماعت ایک دفعہ بھی ادا کیا۔ اس سنت کے ایک ہونے پر ایک اور قرینہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس حدیث کے اخیر میں جیسا کہ نقل کیا جا چکا ہے۔ وعضوا علیہا آیا ہے یعنی ضمیر مفرد راجع طرف دو سنتوں کے ہوئی۔ اگر سنت نبوی اور ہوتی۔ اور سنت خلفاء اور تو علیہما آتا (۵) پھر یہ سوچیے۔ کہ سنت مضاف ہے طرف الخلفاء جمع محلی بہ لام مفید معنے استغراق کی پس اس سنت پر کاربند ہونا ثابت ہوا جو تمام خلفاء کی سنت (اس بات سے بحث نہیں۔ کہ بطریق مجموع یا علے سبیل الانفراد کیونکہ حاصل ایک ہی ہے تمام خلفاء کی سنت اور ہر فرد خلفاء کی سنت کا) ہو۔ اگر فرداً فرداً ہر خلیفہ کی سنت مراد ہوتی تو سنن الخلفاء آتا۔ اور جمع کے مقابلہ میں جمع فرداً فرداً کا مفید ہوتا ہے یہاں تو سنت واحد آیا ہے اس مسئلہ کو خوب سمجھیے کہ اسی سے مخالفین کی تمام باتوں کا رد ہو جاتا ہے:۔

قیام رمضان کی سنیت اسقدر بحث کافی ہے ہاں اتنا بتانا باقی رہ گیا۔ کہ شاید ہم پر اعتراض ہو کہ جس حدیث

عائشہ میں گیارہ رکعت سے کم و بیش نہ کرنے کا ذکر آیا ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے۔ کہ آپ نے چار چار رکعت کرکے اس نماز کو گذارا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں۔ کہ چار چار نماز تہجد و قیام رمضان نہ پڑھے جائیں۔ بلکہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جسقدر طریقے صحیح روایات سے ثابت ہیں۔ سب پر عمل جائز ہے۔ چنانچہ دو دو کرکے پڑھنے کے بارہ میں مشکوۃ میں آچکا ہے (صلوٰۃ اللیل فصل الاول) عن عائشۃ قالت کان النبی یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوٰۃ العشاء الی الفجر احدی عشرۃ رکعۃ یسلّم من کل رکعتین ویوتر بواحدۃ (نبی صلعم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک کے درمیانی وقت ۱۱ رکعت پڑھتے۔ دو دو رکعت پر سلام پھیرتے۔ اور پھر ایک کے ساتھ وتر (طاق) بناتے (متفق علیہ) اور نیز باب الوتر فصل الاول ابن عمر کی حدیث میں قال رسول اللہ صلعم صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ (رات کی نماز دو دو رکعت ہے) اور اول رات پڑھنے کے لئے ابی ذر کی حدیث گواہ ہے۔ مشکوۃ میں جو نقل ہو چکی ہے کہ آپنے ثلث اللیل تک قیام کرایا۔ اور اسی سے جماعت بھی ثابت ہوئی۔ اور وتروں کے اول رات پڑھنے کا تو صحیحین میں ذکر آیا ہے۔ (جابر) من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ۔ (پہلی رات وتر پڑھے (عائشہ) من کل اللیل اوتر رسول اللہ صلعم من اول اللیل و اوسطہ و آخرہ (متفق علیہ) رات کے ہر حصے میں نبی کریم نے وتر پڑھے ہیں۔ پہلے حصہ میں۔ وسطی میں۔ پچھلے میں۔ باقی رہی قرأت۔ سو اس کے لئے قرآن مجید کی آیت ملاحظہ ہو۔ فاقرءوا ما تیسّر من القرآن (قرآن سے جسقدر تمہارے لئے پڑھنا آسان ہو پڑھو) اور پھر آدمیوں کے عذر بیان فرما کر (مرض۔ سفر۔ محنت مزدوری۔ جہاد) فاقرءوا ما تیسر منہ فرمادیا۔ اور اسی کی تعریف میں رسول اکرم نے فرمایا۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام بعشر آیات لم یکتب من الغافلین۔ (جو دس آیات کے ساتھ قیام کرے۔ غافلوں میں نہ لکھا جائیگا۔) ومن قام بمائۃ آیۃ کتب من القانتین۔ (اور جو سو آیت کے ساتھ قیام کرے وہ قانتین (طاعت پر دوام کرنیوالے) میں لکھا جاتا ہے) ومن قام بالف آیۃ کتب من المقنطرین (اور جو ہزار آیت کے ساتھ قیام کرے وہ بہت اجر لینے والوں سے بنیگا۔ (ابو داؤد) اور بیشک ہم کنا ننصرف فی رمضان من القیام فنستعجل الخدم بالطعام مخافۃ فوت السحر مخافۃ الفجر) ہم رمضان میں قیام سے واپس پھرتے تو خدمتگاروں کو طعام پکانے کے لئے جلدی کرتے۔ کہ کہیں سحر نہ فوت ہو جائے یعنی فجر نہ ہو جائے} یہ بھی ایک درجہ احسان ہے۔ رزقنا اللہ ایانا۔ والسلام ؎

بہت افسوس ہوگا۔ اگر احباب نے اس مضمون کو بنظر غائر نہ پڑھا ؎

غیر مبائعین کے عقائد

شملہ میں ایک بحث ہو رہی ہے۔ اس میں غیر مبائعین کے قائمقام نے مفصلہ ذیل عقائد ظاہر کئے ہیں

۱۔ مومن کو کافر کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ ۲۔ مفتری علی اللہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ۳۔ مرزا صاحب کو کافر کہنے والے دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ ۴۔ مرزا صاحب کو کوئی الہام ایسا نہیں ہوا۔ کہ قطعی حرام ہے کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ (نعوذ باللہ حضرت صاحب کو مفتری علی اللہ قرار دیا ہے) (نعوذ باللہ من ذلک) ۵۔ خدا اور رسول کے حکم کا منکر خارج از اسلام نہیں ہے۔ ۶۔ مسیح موعود بلا کیا ہے۔ تنخیں اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ ۷۔ ہزار لعنت اس شخص پر جو کہتا ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ ہے۔ جب کہا گیا۔ خدا کہتا ہے کہ یا ایہا النبی۔ تو کہنے لگا۔ کہ مفتری ہے وہ جو یہ کہتا ہے۔

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا

امراض مستورات کی دوا ❖ امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید ہاں ہیں ملک کی مشہور دوائیں دائی برہم اور وید کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں۔ اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا تیار کی گئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور سے ہو آتی ہے یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم کو طاقت دیتی ہے۔ اور صاف رکھتی ہے۔ اس لئے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ بخش ہے۔ ماہواری ایام کی خرابی دور ہوتی ہے ❖ اس دوا کا چند دنوں تک استعمال کرنے سے رحم میں طاقت پہنچتی ہے۔ اور حمل قرار پاتا ہے۔ اس دوا کے استعمال سے رحم کی خرابی دور ہو کر جسم قوی ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۰ خوراک عہ۔ محصولڈاک وغیرہ ۶/ر۔ دو شیشی تک ۸/ر

اس دوا پر اسسٹنٹ آف فیمل ہوسپٹل رام پور کی رائے آپنے دو شیشی امراض مستورات کی روانہ کیں۔ اس سے مجھ کو فائدہ ہوا۔ براہ مہربانی تین شیشی اور روانہ فرمایئے ❖

آئی اوڈائڈز ڈ سالسہ

گرمی و گٹھیا کی وجہ سے جسم میں چٹے کا ہونا۔ زخم ہونا۔ درد پھوڑا پھنسی اور رنگ سیاہ یا ناطاقتی کی وجہ سے خون خراب ہو گیا ہو۔ ان کے لئے یہ سالسہ نہایت ہی مفید ہے۔ کیونکہ اس میں پوٹاس آئی اوڈائڈ وغیرہ آزمودہ ادویات دیکر بنا ہے۔ اسلئے کم مقدار میں زیادہ فائدہ کرنیوالا ہے۔ اور اس کے استعمال میں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے۔ کھانے پینے میں کسی طرح کا روک ٹوک نہیں۔ فہرست منگا کر ملاحظہ فرمائیے۔ فی شیشی عہ/ ڈاک محصول ۶/ر

فصلی بخار و طحال کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ دوا تیس برس سے سارے ہندوستان میں گھر گھر مشہور ہے اور بچے سے ضعیف تک اس کے فائدہ سے آگاہ ہے۔ یہ ملیریا کے کیڑوں کو ہلاک کرتی ہے۔ اس کے چار پانچ ہی خوراک سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ اور خون کو گاڑھا بنا کر قوی کو مضبوط کرتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں ۱۴/ر شیشی خورد ۸/ر۔ محصول ۶/ر و ۵/ر

پتہ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ